۱۰۴

376

شمع دہلی

جلد ۱۵ — سال ۱۹۵۳
نمبر ۵

مضمون	صاحب مضمون	صفحہ
راز و نیاز	یوسف دہلوی	۹
فلمی اخبار	خبرنگار	۱۱
تاروں کا گرد بیچ	عکس نگار	۱۵
پردے کے پیچھے		۲۱
بازگشت	ہمک جھمک	
پیام محبت	پردیسی	۲۷
گناہ	ذوقی کاکوروی	۳۱
پیمان وفا	عادل رشید	۳۳
ہمک	شرکت دہلوی	۳۹
تبسم بشت	اثر دہلوی	۴۱
نرم نرم	ذکریا صدیقی	۵۵
کون ہے	سمیم چودھری	۵۵
مادر وطن	یوسف ناظم	۵۷
برق و شرر	مجتبیٰ حسین	۶۱
انسان اور حیوان	غزالہ جمال	۶۱
رنگ و الم	ستیہ پال آنند	۶۳
جاپان کے	کشور کیلاش چاندپوری	۶۹
بزم شمع	عاجز انصاری	۶۹
جھلکیاں	یوسف دہلوی	۷۱
کسوٹی	نیوز اینڈ ویوز	۸۵
	ولرس دہلوی	۸۷
	ایڈیٹر شمع	۹۱

Nizami Collection
Aligarh

1952

Mushfiq Khwaja Library and Research Centre Karachi-Pakistan

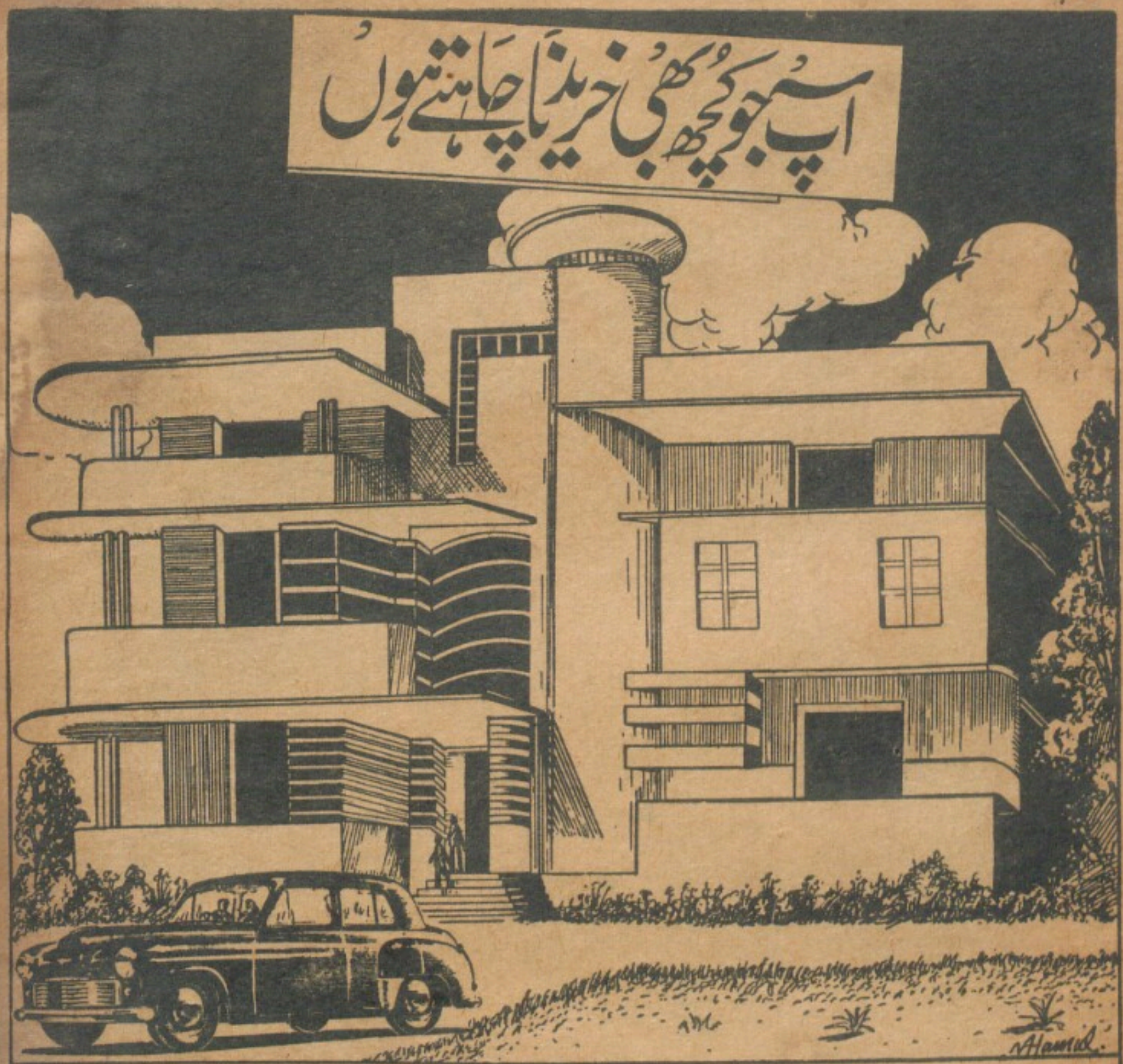

اس خرید کے لئے روپیہ فراہم کرنے میں آپ کی مدد کر سکتے ہیں

شمع معمے دہلی

ہر ماہ ہزارہا روپے کے انعامات

S.M.A/9

ماہنامہ شمع دہلی

ادبی و فلمی دنیا کا سب سے زیادہ کثیر الاشاعت رسالہ
جسے ہر ماہ لاکھوں آدمی ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں

●

صدر دفاتر: پھاٹک حبش خاں، دہلی
تار کا پتہ: شمع دہلی۔ ٹیلی فون: ۲۳۸۸۷

لندن دفتر: ۲۰ کرامویل روڈ، لندن ایس ڈبلیو ۵، انگلینڈ
تار کا پتہ: انڈسٹیکس لندن۔ ٹیلی فون فری: ۴۲۰۴

دیگر دفاتر: بمبئی اور کلکتہ

●

مدیر اعلیٰ: یوسف دہلوی
مدیر: یونس دہلوی
مدیر تصاویر: ادریس دہلوی

●

قیمت:
فی کاپی، آٹھ آنے سالانہ چھ روپے

●

شمع میں شائع ہونے والی بیشتر تصاویر شمع کے اپنے فوٹو گرافروں کی کھینچی ہوئی ہیں اور ان کا حق اشاعت محفوظ ہے انہیں یا شمع میں شائع ہونے والے کسی بھی مواد کو کہیں اور چھاپنے کے لئے باقاعدہ تحریری اجازت لینی ضروری ہے۔

●

شمع میں شائع ہونے والے تمام ادبی یا نیم ادبی مواد میں نام مقام واقعات اور ادارے قطعی فرضی ہوتے ہیں اور حقیقی افراد مقامات واقعات یا اداروں سے ان کی کوئی مطابقت محض اتفاقیہ ہے جس کے لئے ایڈیٹر پبلشر یا مصنف پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی

●

شمع انڈین اینڈ ایسٹرن نیوز پیپر سوسائٹی نئی دہلی اور لندن، آڈٹ بیورو آف سرکولیشنز بمبئی اور آل انڈیا نیوز پیپر ایڈیٹرز کانفرنس نئی دہلی کا ممبر ہے۔

راز و نیاز

ہندوستان اور پاکستان کے فلم بین مزاحیہ فلمیں چاہتے ہیں

تمام سنجیدہ اور حزنیہ فلمیں پیش کر کے فلمساز ہماری زندگی کو سوگوار نہ بنائیں

اس میں شک نہیں کہ گذشتہ چوتھائی صدی سے ہماری فلمی صنعت رومانی، تاریخی، سماجی اور دھارمک فلمیں پیش کرنے میں بیش از بیش حصّہ لے رہی ہے مگر کس قدر تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ اب تک ایک بھی ایسی کومک (مزاحیہ) فلم جسے جزواً یا کلیتہً مزاحیہ کہا جا سکے، ہندوستانی اور پاکستانی فلمی صنعت پیش نہیں کر سکی، حالانکہ ہماری روزمرہ زندگی میں مزاح کو بھی اتنا ہی دخل ہے جس قدر کہ حزن و ملال یا رومان اور معاشی جد و جہد کا حصّہ ہے، بلکہ مزاح کو اس اعتبار سے بڑی اہمیت حاصل ہے کہ حیات انسانی کی صحت و توانائی اور درازی کا بڑا راز مزاح میں پوشیدہ ہے۔ اگر مزاح نہ ہو تو زندگی اداس اور روکھی پھیکی سمجھی جائے گی اور یہ بات مشاہدہ اور منشائے قدرت کے خلاف ہے۔

ہم مانتے ہیں کہ آج ہندو پاکستان کے رہنے والے جس دور سے گذر رہے ہیں وہ طربیہ کم اور المیہ زیادہ ہے، انسان پر ماحول کا اثر ہوتا ہی ہے مگر ایک فلم ساز اور فن کار ہونے کی حیثیت سے اس خلا کو پُر کرنے کی ذمہ داری فلمساز پر عائد ہوتی ہے۔ وہ جہاں روزمرہ زندگی کا ترجمان ہے وہاں زندگی کا رہنما بھی ہے۔ مٹتی ہوئی قدروں کو اجاگر کرنا اور پرانی قدروں کو حالات کے مطابق بدلنا اس کا کام ہے۔

فلم انڈسٹری میں شروع ہی سے بعض ایسے ارٹسٹ بھی کام کر رہے ہیں جو ایک اچھے ہدایت کار کی توجہ سے بہترین کامیڈین ثابت ہو سکتے تھے، چارلی، یعقوب، گوپ، آغا، کنہیالال آدم اور مقری وغیرہ کی مزاح انگیز صلاحیتوں سے کون انکار کر سکتا ہے، مگر ستم تو یہ ہے کہ ان اداکاروں کو مزاحیہ رول میں یا تو ہیرو پیا اور 'بھانڈ' بنا دیا جاتا ہے اور یا ان سے لغو اور بے سر و پا کام لیا جاتا ہے —— کہ تماشائی پر ایک بار ثابت ہوتے ہیں —— مزاح نہ تو جی کھول کر ہنسنے کا نام ہے اور نہ الٹی سیدھی بے ڈھنگی اداکاری سے یہ مفہوم پورا ہوتا ہے۔ بلکہ اس کے لئے پہلے تو خاص طرز کی کہانی اور مکالمے درکار ہیں جنہیں زندگی کے لطیف ترین پہلوؤں کے گرد فلم بند کیا جائے گا —— پھر اس مخصوص رول کے لئے خاص اداکار منتخب کئے جائیں گے جو ان کیرکٹروں کو اپنا سکیں —— اب اس تصویر میں اگر سوقیانہ یا بازاری انداز کو مزاح سے منسوب کیا گیا تو یہ مزاح کے ساتھ سراسر زیادتی ہوگی کیونکہ مزاح "ایسے لطیف موضوع کو بازاری پن سے دور کا بھی واسطہ نہیں —— یہ حقیقت ہے کہ غیر ملکی فلم کاروں

سمرتی بسواس کی سالگرہ پارٹی میں ارملا اور ششی کلا پیار بھرا لقمہ کھلا رہی ہیں۔

میں ایسے ہدایت کار یا اداکار (مثال کے طور پر چارلی چپلن یا بوب ہوپ، ریڈ سکیلٹن وغیرہ) ان تمام اداکاروں کے مقابلہ میں زیادہ شہرت رکھتے ہیں جنہیں دنیا کیرکٹر ایکٹر سمجھتی ہیں اور جو جذباتی اداکاری میں اپنا جواب نہیں رکھتے ——— آج سے دس سال پہلے ہم یہ سمجھتے تھے کہ ہماری صنعت میں بعض فنی کمزوریاں محض نااہل فلم سازوں اور ہدایت کاروں کی بدولت پائی جاتی ہیں چنانچہ ہماری آواز کا یہ اثر ہوا کہ اس لائن میں پڑھے لکھے ادبا کے ساتھ ساتھ بعض اعلیٰ تعلیم یافتہ ہدایت کار بھی شامل ہو گئے اور یہ سمجھا جانے لگا کہ ان لوگوں کی شمولیت سے فلمی قدریں ضرور بلند سے بلند تر ہوں گی مگر ان پڑھے لکھے حضرات کی موجودگی کے باوجود فلم انڈسٹری میں مزاحیہ فلموں کا فقدان نہ صرف ہمارے فلم سازوں اور ہدایت کاروں کی نااہلیت اور عدم توجہی کا نتیجہ ہے بلکہ ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ لوگ عوام کے ساتھ بہت حد تک ظلم بھی کر رہے ہیں۔ کہ انہیں 'مزاح' سے روشناس تک نہیں کرتے۔ فلم ہماری زندگی کے دکھ سکھ کے ساتھی ہے اور اسے زندگی سے قریب تر لانے کی ذمہ داری بھی فلمی کارکنوں پر عائد ہوتی ہے۔ اس لئے کیا وہ اس لطیف اور اہم موضوع کو فلمانے کی طرف توجہ دیں گے؟ ہم مکرر عرض کریں گے کہ فلم ساز فلموں کو پیکرِ غم اور سینما ہالوں کو ماتم کدے بنا کر فلم بیں کو سوگوار نہ بنائیں۔ بلکہ ان کی دکھ بھری زندگی میں مسرتوں کی نئی روح پھونکنے کی کوشش کریں، ہم امید کرتے ہیں ہمارے فلمی ادیب بھی نہ صرف اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور بلکہ ہمارے خیال کی تائید کریں گے۔

یہاں یہ بتانا بھی مناسب ہوگا کہ اگر ستھرے مزاح پر مبنی مکمل تصاویر پیش کی جائیں گی تو یقیناً وہ عوام میں بے حد مقبول ہوں گی، اور معاشی بحران کی شکایت کرنے والے فلم سازوں کو یہ نئی مارکیٹ مل سکے گی، اور مزاحیہ فلمیں یقیناً مالی اعتبار سے کامیاب ثابت ہوں گے۔

مگر، آخر میں، ہم یہ انتباہ پھر دہرا دیں کہ مزاح اور بھانڈپن میں تھوڑا ہی فرق ہے۔ اور اگر فلم سازوں نے اس فرق کو محسوس نہ کیا تو ان کی تیار کردہ فلموں میں محض بھانڈپن رہ جائے گا جو نہ ان کے لئے فائدہ مند ہو سکے گا، نہ عوام کے لئے پسندیدہ۔

شمع بلیک مارکیٹ میں

اگرچہ یہ شمع کی بے پناہ مقبولیت کا ثبوت ہے، اور ہمیں اس پر خوش ہونا چاہیئے کہ شمع پاکستان میں بلیک مارکیٹ میں دو روپے سے لے کر دس آنے تک کا فروخت ہو رہا ہے۔ مگر ہم اس پر خوش نہیں ہیں۔ ہم ان پروانوں کے لئے متفکر ہیں، جو اتنی زیادہ قیمت ادا نہیں کر سکتے۔ یا جو مونہہ مانگے دام دینے کے لئے تیار ہونے پر بھی شمع حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔

ہوا یہ ہے کہ حکومت پاکستان نے غیر ملکی مال کی درآمد پر جو حالیہ پابندیاں لگائی ہیں ان کا اطلاق اخبارات و رسائل پر بھی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ کچھ اخبار فروشوں کو معمولی رقموں کے لائسنس دیئے گئے ہیں، مگر وہ اس قدر کم ہیں اور شمع کی مانگ اس قدر زیادہ کہ دام بڑھنے اور بلیک مارکیٹ ہونی لازمی ہے۔

ظاہر ہے کہ ہمیں اس صورتِ حال سے کوئی نفع نہیں ہے کیوں کہ ہمیں تو وہی آٹھ آنے فی کاپی کے حساب سے دام ملتے ہیں۔ پروانوں کو کئی گنے دام دینے پڑتے ہیں۔

ہم کوشش کر رہے ہیں کہ حکومت پاکستان سے زیادہ سے زیادہ لائسنس اپنے پاکستانی ایجنٹوں کو دلوائیں، تاکہ پاکستانی پروانوں کی مانگ کے مطابق شمع انہیں مہیا کیا جا سکے۔ اس کوشش میں کسی حد تک ہمیں کامیابی بھی ہوئی ہے۔ اپریل کا شمع مارچ سے بہت زیادہ تعداد میں پاکستان بھیجا گیا تھا۔ پھر بھی مانگ سے کہیں کم ہے، اور جب تک یہ کمی رہے گی، کہیں نہ کہیں بلیک مارکیٹ قیمت طلب کر لی جائے تو تعجب خیز بات نہ ہوگی۔ بہرحال ہم پاکستانی پروانوں کو یقین دلاتے ہیں کہ ہماری ہمدردیاں ان کے ساتھ ہیں، اور جب تک ان کی مانگ کے مطابق شمع انہیں مہیا کرنا ممکن نہ ہو سکے اس وقت تک ہم پاکستانی پروانوں سے معذرت چاہتے ہیں۔

فلمی اخبار

تازہ ترین فلمی اطلاعات

مئی ۱۹۵۳

کامنی کوشل کے دل میں دلیپ کمار کے لئے ابھی تک جگہ ہے

دلیپ کمار کو پونہ ٹیلیفون کیا گیا۔ خفیہ ملاقاتوں میں اضافہ

(شمع کے اپنے نمائندے سے)

بمبئی:

بتایا گیا ہے کہ کے۔ آصف کی تصویر "مغل اعظم" میں دلیپ کمار کے مقابل جب سے مدھوبالا نے کام شروع کیا ہے اداکارہ بچنیاں بڑھ گئی ہیں، کامنی کے دل میں دلیپ کی محبت ایک بار پھر سلگ اٹھی ہے اور وہ ایک بار پھر خفیہ طور پر ملنے لگی ہے۔

پچھلے دنوں دلیپ ڈاکٹروں کے مشورہ سے مکمل آرام حاصل کرنے کے لئے پونہ چلا گیا تو ہدایت کار رمیش سہگل کی فلم "شکست" کی شوٹنگ یک دم رک گئی۔ دلیپ نے اپنے دوست رمیش سہگل کی فلم کی خاطر بمبئی جانے سے انکار کر دیا۔ رمیش سہگل کا ارادہ پونہ ہی میں شکست کے چند سیٹ مکمل کرنے کا ہے۔

کامنی کوشل

جوہو پر ایک دعوت کا انتظام کیا گیا اس میں تاج محل بنانے والے ہدایت کار الگزنڈر کورڈا کی تمام اداکاروں سے ملاقات کرائی جانے والی تھی۔ بتایا گیا ہے کہ کامنی نے دلیپ کو پونہ ٹیلیفون کیا اور دعوت میں شرکت کے لئے زور دیا، مگر دلیپ نے معذوری ظاہر کی کیونکہ وہ "نیچر کیور" کے ایک ماہر کے زیر علاج ہے اور جب تک صحت یاب نہیں ہو گا بمبئی واپس نہیں آسکتا۔ پتہ چلا ہے کہ اتفاقیہ طور پر اداکار شیکھر جو آج کل کامنی کوشل سے کاروباری رنگ کا رومان لڑانے کی کوششیں کر رہا ہے وہاں آپہنچا اور اپنے کانوں سے یہ بات سن کر حیران رہ گیا کہ کامنی کے دل میں دلیپ کمار کے لئے ابھی تک جگہ ہے۔

کامنی کوشل نے دعوت میں شرکت کی اور وہاں اسے متعدد بار یہ کہتے سنا گیا کہ "میں آج کل پہلی مرتبہ بالکل اکیلی آئی ہوں" الگزنڈر کورڈا نے قریب بیٹھے ہوئے ایک مہمان سے پوچھا کہ کیا یہ وہ ہی کامنی کوشل ہے جس کا دلیپ کمار سے رومان بہت مشہور ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ قریب بیٹھے ہوئے لوگوں کو یہ جان کر بڑی حیرت ہوئی کہ ہندوستانی اداکاروں کے اس رومان کا سات سمندر پار رہنے والے ہدایت کار الگزنڈر کورڈا کو کس طرح پتہ چلا۔

سنا گیا ہے کہ کامنی کی اس تجدید محبت کی کوشش میں کے آصف کا ملازم سدھ ناتھ بڑی مدد کر رہا ہے۔ لیکن اس بار یہ بیل منڈھے چڑھتی نظر نہیں آتی کیونکہ دلیپ اب بہت دل برداشتہ ہو گیا ہے اور اس کی بیماری کی وجہ بھی یہی بتائی جاتی ہے۔

شیاما عوام کے نرغہ میں

بڑی مشکل سے چھٹکارہ ملا

(شمع کے اپنے نمائندے سے)

بمبئی:

۳۱ مارچ کو رات کے آٹھ بجے کے قریب شیاما اپنی بہن گلزار کے ساتھ شوٹنگ کے لئے اندھیری جا رہی تھی کہ راستہ میں ریلوے کا پھاٹک بند ہونے کی وجہ سے شیاما کی کار کو سڑک کے درمیان ہی رکنا پڑا۔

راہ گیروں نے جب شیاما کو دیکھا تو انہوں نے شور مچایا اور "ہوائی بوسے" دینے شروع کر دیئے۔ بتایا گیا کہ شیاما نے بڑی منت سماجت کر کے ہجوم کو پیچھے ہٹایا۔ شکر ہے شیاما کی اس نئی کار کو کوئی نقصان نہیں ہوا، ورنہ اسی راستہ پر ریلوے کے پھاٹک کے نزدیک اشوک کمار دیو آنند، نلنی جیونت، گیتا بالی اور دوسری اداکاراؤں کی گاڑیوں کو کافی نقصان پہنچ چکا ہے۔ شیاما کے لئے یہ واقعہ نیا نہیں، پچھلے دنوں جب شیاما کی کار کو عوام نے گھیرا تو ایک نوجوان نے کاغذ کے دلوں کی بارش کی۔

بہار کا ممبر پارلیمنٹ فلم میں

(شمع کے اپنے نمائندے سے)

یہ اطلاع باعث حیرت اور مسرت ہے کہ بہار کے بابو رام نرائن سنگھ ممبر پارلیمنٹ ہندوستان میں تیار ہونے والی ایک امریکن تصویر "سن آف انڈیا" میں گاؤں کے چودھری کا نمایاں رول ادا کر رہے ہیں۔

سردار صاحب کے سر اور داڑھی کے لمبے لمبے سفید بال اس رول کے لئے بہت مناسب ہیں۔ یہ تصویر آج کل اوتر میں فلمائی جا رہی ہے جہاں آپ باقاعدگی سے شوٹنگ پر موجود ہوتے ہیں۔ ۱۹۲۷ء سے آپ پارلیمنٹ کے ممبر ہیں اور پچھلے عام انتخابات سے پہلے کانگریس سے مستعفی ہو کر بطور آزاد امیدوار کامیاب ہوئے۔

نرگس کی اختر حسین سے جھڑپ

(شمع کے اپنے نمائندے سے) بمبئی:

بتایا جاتا ہے پچھلے دنوں انکم ٹیکس آفس سے نرگس کے نام پانچ ہزار روپے کی ادائیگی کا نوٹس آیا تو اس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا جس پر نرگس کی اختر حسین سے جھڑپ ہوئی بتایا جاتا ہے کہ نرگس نے یہ رقم دوسرے پروڈیوسروں سے لے کر ادا کی۔

مینا کماری نے کمال امروہوی کو قرضہ نہیں دیا

مینا کماری نے صرف ضمانت دی ہے۔ قرضہ وی۔ ایم۔ ویاس نے دیا

(شمع کے خصوصی نمائندے سے) بمبئی:

گذشتہ ہفتے بمبئی کے چند فلمی اخباروں میں یہ خبر بڑی سرخیوں کے ساتھ شائع ہوئی تھی کہ اداکارہ مینا کماری نے ہدایت کار کمال امروہوی کو ایک بہت بڑی رقم بطور قرض دی ہے۔ مدیران شمع کو اس کی اطلاع کئی ماہ پہلے مل چکی تھی لیکن شمع کے نمائندے اس خبر کی تحقیق میں مصروف تھے۔ اب تحقیق مکمل ہو گئی ہے اور یہ بتایا جاتا ہے کہ دوسرے فلمی اخبارات کی یہ اطلاعات غلط ہیں کہ مینا کماری نے قرضہ دیا ہے بلکہ دانا پانی کے پروڈیوسر وی۔ ایم۔ ویاس سے اپنی ضمانت پر دلایا ہے۔ مینا کماری اس کے عوض ویاس کی آئندہ فلم میں کام کرے گی محل جیسی مشہور فلم کا ہدایت کار کئی سال سے بے کار ہے مینا کماری نے کمال امروہوی کو محض آرٹ اور فن کی قدر کرتے ہوئے یہ قرضہ دلایا ہے۔ آج کئی مشہور ہدایت کار پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہیں۔ ضرورت ہے مینا کماری کی طرح دوسری اداکارائیں بھی دریا دلی سے کام لیں اور فلم انڈسٹری کے اس موجودہ بحران کا خاتمہ کر دیں۔

کمال امروہوی

کیا گیتا رائے اور گرودت کی شادی نہیں ہوگی؟

گرودت کی گیتا بالی میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی

یہ تین گ "گیتا رائے، گیتا بالی اور گرودت کی کہانی ہے دنیا جان چکی ہے کہ ہدایت کار گرودت اور گلوکارہ گیتا رائے کی منگنی ہو چکی ہے اور پچھلے دنوں شادی ہوتے ہوتے رہ گئی اور اب ایک غیر معینہ تاریخ تک کے لئے ملتوی کر دی گئی ہے۔

گیتا رائے اور گرودت کی شادی کے بارے میں گیتا بالی کے خیالات کیا ہیں ان کے بارے میں کہنا مشکل ہے لیکن جب کبھی گیتا رائے سے یہ کہا جائے کہ تمہارا گرودت آج کل گیتا بالی میں بہت دلچسپی لیتا ہے تو وہ بے چاری ہنس کر اس کی تردید کرنا چاہتی ہے مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ گرودت گیتا رائے سے منگنی تو کر چکا ہے لیکن آج کل گیتا بالی کی طرف تیزی سے کھنچا جا رہا ہے۔ سنا گیا ہے گیتا بالی اور گرودت کی ملاقاتیں کم ہو رہی ہیں۔ بہانے یہ ہوتے ہیں کہ گیتا بالی چونکہ فلم "باز" میں جس کی ہدایت گرودت کے سپرد ہے پیسہ لگا رہی ہے اس لئے اس کی طرف توجہ دینی لازمی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ محبت رنگ لا رہی ہے۔ قیاس ہے کہ جب تک باز مکمل نہیں ہوتی یہ "تین گ" کی کہانی بھی ختم نہیں ہو سکتی۔

مختصر یہ کہ....

★ پچھلے دنوں حیدرآباد کے راج پرمکھ اعلیحضرت نظام نے پندرہ سال بعد ہندستانی فلم دیکھی یہ پہلی فلم تھی جو دی کی "جھانسی کی رانی" تھی۔

★ اداکار ناصر خاں جے بی ایچ واڈیا کے اشتراک سے ایک فلم بنانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

★ اداکارہ ثریا سردار اہلووالیہ کے اشتراک سے ایک فلم بنانے کا ارادہ رکھتی ہے

★ بمبئی ٹاکیز کے ورکرز کی امداد کے لئے بنائی جانے والی فلم میں نلنی جیونت کی جگہ مینا کماری کا انتخاب کیا گیا ہے۔

★ "اڑن کھٹولہ" میں نگار کی بجائے اب مدراس کی اداکارہ سوریہ کماری کو لیا گیا ہے۔

★ صادق پروڈکشنز کی نئی تصویر "شباب" میں شمی کپور کی جگہ بھارت بھوشن آرہا ہے

★ اداکارہ مینا کماری کولون (جرمنی) جانے کی بجائے اب اپنی بہنوں مدھوری اور خورشید کے ساتھ اس بار گرمیوں میں کشمیر جانے کا ارادہ رکھتی ہے۔

★ کاردار پروڈکشنز کی آنے والی ایک تصویر میں کاردار کا لینوس کے تمام جیتنے والے خوش نصیب کام کریں گے۔

★ ہدایت کار کشور ساہو فلم "میور پنکھ" کے یونٹ کے ساتھ دہلی، آگرہ اور جے پور کے دورہ پر ہیں

★ اداکار رنجن پچھلے دنوں بڑودہ گیا۔

★ ہدایت کار روپ۔ کے۔ شوری "آگ کا دریا" کی شوٹنگ کے سلسلہ میں مینا، شمی، مجنوں اور کرن دیوان کے ساتھ دہلی آئے،

★ ورما فلمز کی تصویر "بادل" کی ایک رنگین پرنٹ تیار کی گئی ہے اور تجربہ کے طور پر کئی سینماؤں میں نمائش کی گئی ہے،

دو عریاں تصاویر کی قیمت نوّے ہزار روپے

روپ مالا نے دو پروڈیوسروں کو دھکے دیکر گھر سے نکلوا دیا

(شمع کے اپنے نمائندے سے)

بمبئی:

پچھلے دنوں اداکارہ روپ مالا کے گھر کھار میں دو خوش پوش نوجوان داخل ہوئے، ان کی ملاقات روپ مالا سے فوراً ہی ہوگئی کیوں کہ اس وقت وہ شوٹنگ کے لئے ایم۔ اینڈ ٹی سٹوڈیو جا رہی تھی۔ روپ مالا نے ڈرائیور سے گاڑی نکالنے کے لئے کہا اور خود ان کو ڈرائنگ روم میں لے گئی۔

ان نوجوانوں نے روپ مالا کو بتایا کہ وہ ایک فلم بنا رہے ہیں اور روپ مالا کو ہیروئن کا رول دینا چاہتے ہیں روپ مالا نے تصاویر کا البم ان کو پیش کر دیا تاکہ وہ اس کی کیمرہ بیوٹی کا اندازہ کر سکیں، ان نوجوانوں نے روپ مالا کو بتایا کہ وہ ہیروئن کے رول کے لئے ۹۰ ہزار روپے دیں گے مگر اتنی بڑی رقم دینے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک خاص قسم کی کہانی لکھنا چاہتے ہیں جس کے لئے ان کو دو عریاں فوٹوؤں کی ضرورت پڑے گی۔ روپ مالا یہ سن کر بہت ناراض ہوئی اس نے کہا کہ میں شوق کی خاطر فلموں میں کام کرتی ہوں عزت و ناموس فروخت نہیں کرتی۔ روپ مالا نے اپنے نوکر کو بلایا کہ ان کو دھکے دے کر باہر نکال دے اور خود موٹر میں بیٹھ کر سٹوڈیو چلی گئی۔ یہ امر باعث مسرت ہے کہ روپے کے لالچ میں روپ مالا نے اپنی شرافت اور عزت کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ جب کہ بہت سی مشہور اداکاراؤں نے لالچ اور نادانی سے ایسی تصاویر کھنچوائی ہیں کئی مشہور اداکاراؤں کی اس طرح کی کھنچی ہوئی تصاویر مدیران شمع تک پہنچی ہیں، جن سے فلم انڈسٹری کے موجودہ گھناؤنے ماحول کا اندازہ ہوتا ہے۔

اداکار شمی کپور نے کار کا ایکسیڈنٹ کر دیا

(شمع کے اپنے نمائندے کے قلم سے)

بمبئی:

بتایا جاتا ہے کہ پچھلے دنوں مالابار ہل پر شمی کپور، کے، کے کپور، اور ایک اینگلو انڈین لڑکی کو پولیس نے حراست میں لے لیا، شمی کپور نے کے، کے، کپور کی کار کا ایکسیڈنٹ کر دیا تھا، اور وہ سب شراب نوشی کے عالم میں گرفتار کئے گئے تھے۔ معلوم ہوا ہے کہ بڑی منت سماجت کے بعد پولیس نے ۳۰۰ روپے ادا کرنے پر چھوڑا۔

الطاف پھر پرانی حرکتوں پر اتر آیا شراب نوشی کا ایک اور واقعہ

(شمع کے اپنے نمائندے سے)

بمبئی:

بتایا گیا ہے کہ اداکار الطاف پھر پرانی حرکتوں پر اتر آیا ہے۔ ایک عینی شاہد کا بیان ہے کہ پچھلے دنوں صبح چار بجے کے قریب فلم "چار چاند" والوں کے دفتر واقع بمبئی سنٹرل میں سے مدہوشی کے عالم میں باہر نکلا۔ اور گرتا پڑتا ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ بتایا گیا ہے کہ ٹیکسی والے نے چند ہی منٹ میں الطاف کی ہدایت پر اسے چرچ گیٹ کے ایک ہوٹل کے نزدیک پہنچا دیا کہا جاتا ہے کافی دیر انتظار کے بعد ایک لڑکی ہوٹل سے باہر آئی۔ الطاف نے پرانی ٹیکسی چھوڑ کر نئی ٹیکسی کی اور اس میں اس لڑکی کو بٹھا کر غالباً باندرہ کی طرف روانہ ہو گیا

MARKET LIGHTS مشعلِ خرید

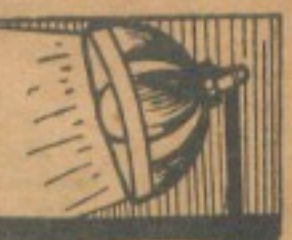

گھنٹہ مارکہ تمباکو

قیمت اور عمدگی کے لحاظ سے سب سے بہتر ثابت ہو چکا ہے

کالی خوشبودار پتی بغیر ورق والی ۸ روپے سیر

کالی خوشبودار پتی ورق والی ۱۶ روپے سیر

پیلی خوشبودار پتی بغیر ورق والی ۸ روپے سیر

پیلی خوشبودار پتی ورق والی ۱۶ روپے سیر

تیز پتی ۱ بغیر خوشبو والی ۶ روپے سیر

ہم سے مارکیٹ کی تیزی کے ساتھ بڑھتی ہوئی مانگ پوری نہیں ہو رہی۔ اس لئے سردست آرڈر دینے سے معاف فرمائیے۔ اس کا ہمیں افسوس ہے

تیار کردہ:-
دہلی تمباکو فیکٹری پھاٹک حبش خاں۔ دہلی ۶

گولڈن ایگل لاگر بیئر

دُنیا کے جدید ترین پلانٹ کے ذریعہ جَو۔ ولایتی ہاپس (ایک قسم کے پھول) اور گلوکوز سے نہایت نفاست کیساتھ تیار کی ہوئی۔

ڈائرمیسن برویریز لمیٹیڈ۔ مشعل ہاؤس

نئی زندگی

مایوس بیماروں کی کایا کلپ

حضرت حکیم اجمل خانصاحب مرحوم دہلوی کے ممتاز اور خاص الخاص شاگرد جناب حکیم سید سکندر شاہ صاحب قبلہ جنکا تذکرہ "حیات اجمل" میں بھی ہے۔ یہ اکسیر ان کے چالیس سالہ بے شمار تجربوں کا شاہکار ہے۔

۱۔ مایوس مریضوں کے لئے سچ مچ کایا کلپ ہے۔

۲۔ لطیف روح اور تازہ خون پیدا کرتی ہے اور نئی زندگی بخشتی ہے

۳۔ اعضائے رئیسہ دل و جگر کی مصلح اور مقوی ہے

۴۔ طبیعت میں جوش اور امنگ پیدا کرتی ہے اور بھوک اور پیاس کو اعتدال کیساتھ بڑھاتی ہے

۵۔ کثرت ریاح پیٹ کے بھاری پن۔ دائمی نزلہ اور پیشاب کی زیادتی کو روکتی ہے

۶۔ قوت مردانہ کیلئے بہترین ٹانک (مقوی) ہے ۷۔ دمہ اور دم کشی کو پہلی خوراک فائدہ شروع ہو جاتا ہے ۸۔ ذیابیطس کی بیماری کو مفید ہے قارورہ میں شکر (شوگر) آنے کو روکتی ہے (نوٹ) فرمائش میں ہمیں یہ بھی لکھئے کہ یہ اکسیری دوا مریض ذیابیطس کیلئے درکار ہے تاکہ ہم خاص ہدایت اور مناسب پرہیز کے ساتھ بھیج سکیں۔

۹۔ بعض ایسے مریض کہ روزانہ کئی قسم کی ڈاکٹری دوائیں بڑی مدت سے کھا رہے تھے اور انجکشن بھی لگوا رہے تھے۔ ان کو اس اکسیر سے بڑھ چڑھکر فائدہ ہوا۔ قیمت اکیس خوراک چار روپے (للعہ)

مطب حضرت حکیم سید سکندر شاہ صاحب قبلہ نئی سڑک کان پور

دواخانہ مجربات۔ ترکمان گیٹ دہلی

دواخانہ رحمانیہ۔ پاک کالونی۔ منگو پیر روڈ۔ کراچی

CASTOPHENE

REGD.

کیسٹوفین رجسٹرڈ

AN 1 NA 1932

فی پیکٹ

قبض کشا میٹھی گولیاں ہمیشہ استعمال کریں

آپ کا محبوب ماہنامہ

معاون کلکتہ

اپریل سے دل چسپ افسانوں بلند پایہ منظومات اور لطیف طنز و مزاح کے شاہکار جلوہ میں لے کر ۶۴ صفحات پر شائع ہو رہا ہے۔ آرٹ پیپر کا ٹائیٹل سہ رنگی تصویر سے مزین ہوگا اس کے علاوہ تازہ شمع معمے پر مکمل مدلل بحث شمع معمے کے شائع کردہ آٹھ سادہ خاکے جن کی قیمت ۲ ر ہے) بھی شامل ہیں

قیمت فی کاپی چھ آنے ——— سالانہ قیمت چار روپے

معاون ۸۲ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

ستاروں کا کرکٹ میچ

(تصاویر شمع کے لئے اے ایل، سیتنے لیں)

پچھلے دنوں بمبئی میں فلمی ستاروں اور کرکٹ کے مشہور کھلاڑیوں میں ایک کرکٹ میچ کھیلا گیا جس میں دونوں ٹیمیں برابر رہیں۔ ایک ٹیم کا کپتان دلیپ کمار تھا اور دوسری ٹیم کا کپتان لالہ امرناتھ۔ کھیلنے والوں میں نرگس، نروپا رائے، نمی، راج کپور، سریش، دیوآنند، پران، اشوک کمار، بیگم پارہ، آغا، ناصر خاں، انور حسین، جے راج، سجن، شیکھر، مقری اور تاجی شیام کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ اوپر کی تصویر میں دونوں کپتان مسکرا رہے ہیں اور نیچے دونوں ٹیمیں موجود ہیں۔ دو ٹیموں میں ۲۰ اور ۱۹ کھلاڑی شامل تھے۔

یہ ہیں نمی، نروپا رائے اور شیاما تین ستارے جو اس کھیل کی رونق تھے۔ اور نیچے کھڑے ہوئے ستارے ہیں نرگس، راج کپور اور نمی

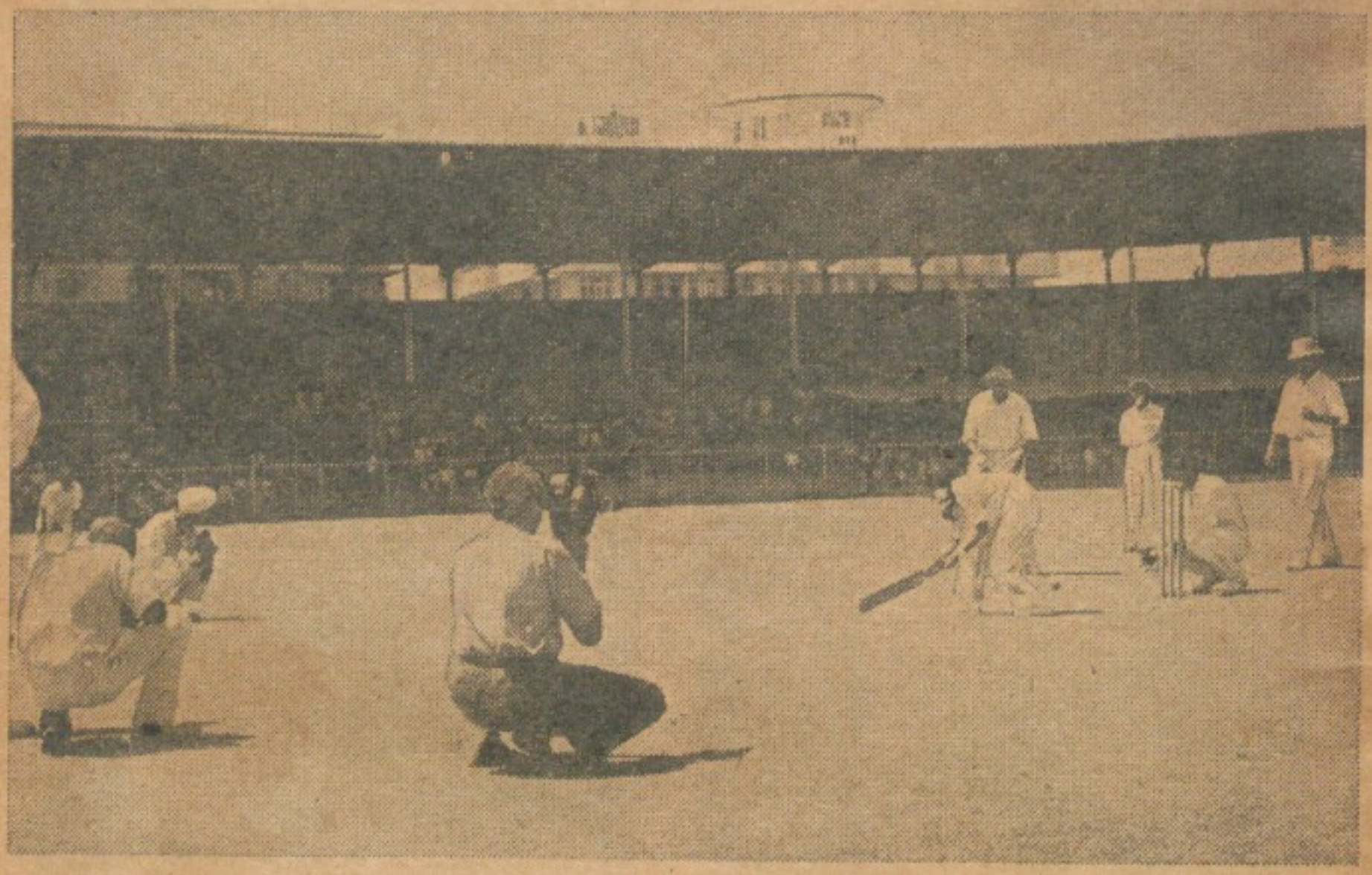

ان تصاویر میں دلوں سے کھیلنے والی نمی گیند سے کھیلنے کی کوشش کر رہی ہے۔

(اوپر، دائیں) اداکارہ مہتاب پروگرام بیچ رہی ہے۔ (اوپر بائیں) آغا نے ناصر خاں کو سر چڑھا لیا ہے

چند مسکراہٹیں: (نیچے دائیں سے بائیں) راج کپور، دلیپ کمار، مقری اور ناصر خاں بڑے غور سے کھیل دیکھ رہے ہیں۔

کارفنش (موٹر کا تکمیلی رنگ)

جس کا آپ کو انتظار تھا

دیکھ بھال کر لیجئے۔ اعلیٰ درجے کا

شالیمار

سیلولوس

کارفنش

- ۱۰۳۸ اقسام کے رنگ جس میں سے کوئی بھی منتخب کیا جا سکتا ہے
- انتہائی سخت و خشک پائدار فنش
- تیل اور پٹرول کا کوئی اثر قبول نہ کرنے والا
- الکالی اور تیزاب کی شدید مزاحمت کرنے والا
- برسوں تک اپنی اصلی چمک دمک باقی رکھنے والی پالش
- یہ شالیمار کا تیار کردہ ہے

شالیمار سیلولوس کارفنش

SHALIMAR PAINT, COLOUR & VARNISH CO., LTD.

9A. CONNAUGHT PLACE. P. B No 82 NEW DELHI 1

جلن

ہزاروں لوگ پڑھ چکے ہیں ۔ اگر آپ نے ابھی تک نہیں پڑھی تو اپنے ایجنٹ اخبارات یا ریلوے سٹیشن سے خریدیئے یا پھر براہ راست دفتر سے منگایئے۔

کتاب خریدتے وقت تین نام یاد رکھئے

★ جلن ★ کرشن گوپال عابد ★ شمع بک ڈپو

بہت سے دھوکے بازوں نے اس نام سے کتابیں چھاپ لی ہیں، ذرا سی احتیاط سے آپ ان کے چنگل سے بچ سکتے ہیں۔ ناول جلن : قیمت دو روپے

شمع بک ڈپو۔ پھاٹک حبش خاں۔ دہلی ۶

رشیدہ کی

کشیدہ کاری

شمع پڑھنے والی لڑکیوں اور عورتوں کو عرصہ سے ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی جس میں کشیدہ کاری کے نئے نئے ڈیزائن ہوں عمدہ بوٹیاں ہوں بیلیں ہوں، کراس سٹیچ، کٹ ورک اور موتیوں کا کام بھی ہو، مونوگرام، سینریاں، تکیہ کے اشعار اور ڈیزائن، پٹی کوٹ کے بارڈر اور قمیصوں کے گلے مل سکیں۔

رشیدہ کی کشیدہ کاری اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے شائع کی گئی ہے بہنوں کی آسانی کے لئے کراس سٹیچ، کٹ ورک سموکنگ لیزی ڈیزی، موتیوں کا کام اور طرح طرح کے کشیدہ کی ترکیبیں سمجھائی گئی ہیں، تاکہ جن بہنوں کو ان میں کوئی کام نہیں آتا وہ یہ چیزیں سیکھ لیں۔

آج ہی منگایئے۔ اردو اور ہندی میں ——— قیمت صرف تین روپے آٹھ آنے۔

ہندوستان اور دوسرے ممالک کے لئے ———

شمع بک ڈپو۔ پھاٹک حبش خاں۔ دہلی ۶

پاکستان میں اس پتے سے منگایئے ———

جاوید ایجنسیز پوسٹ بکس ۸۱۴ بندر روڈ۔ کراچی

تاک جھانک

پردے کے پیچھے

روپ مالا

شادی خانہ آبادی

نوجوان ہیرو سریش نے دو رومان لڑائے، ایک فلمی جو تجارتی حیثیت کا تھا اور دوسرا جو سچا اور حقیقی تھا۔ فلمی رومان میں اُسے شکست فاش ہوئی مگر حقیقی رومان میں اُسے فتح حاصل ہوئی اور اس نے اپنی محبوبہ جہاں آرا کو شادی کے بندھن میں جکڑ لیا۔ شمع ہندوستان اور پاکستان کا واحد پرچہ ہے جس نے سب سے پہلے سریش کی شادی کی نہ صرف خبر بلکہ فوٹو بھی شائع کی۔

ہمارے علم میں حقیقی رومان بہت عرصہ ہوا آچکا تھا، مگر شمع نے اس کی اشاعت مناسب نہ سمجھی۔ کیونکہ ہمیں اس رومان میں خلوص کی جھلک دکھائی دی سچائی کا عکس نظر آیا شمع سریش کو ایک بار پھر اس کی کامیابی پر مبارک باد دیتا ہے کیوں کہ اس نے بدنامی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنی محبوبہ کو بزار حتین سے حاصل کر لیا اور اب پروانوں کی دل چسپی کے لئے شمع سریش کی شادی کے واقعات کو بے نقاب کرتا ہے۔

سریش کی محبوبہ جہاں آرا ایک حسین، سادگی پسند دوشیزہ ہے، اس نے پونہ میں سینئر کیمرج تک تعلیم پائی۔ اس کا باپ (جو اپنے نام کی اشاعت نہیں چاہتا، اور شمع اس کی اس خواہش کا احترام کرتا ہے) ایک نواب ہے جو ریڈیو کلب، اپالو بندر کے قریب ہی رہتا ہے۔

سریش اور جہاں آرا کی رومانی ملاقاتیں ماں باپ کو پسند نہ تھیں، انہوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ یہ دونوں نہ مل سکیں۔ لڑکی پر کڑی نظر رکھی جانے لگی تو خفیہ پیغامات کا سلسلہ شروع ہو گیا اور ۲۵ فروری کی رات وہ گھر سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی۔ شاید یہ ایک اسکیم کے تحت کیا گیا تھا۔ کیوں کہ ۲۴ کو سریش کسی بھی شوٹنگ پر نہیں گیا، رات کے تین بجے نرگس کا بھائی انور حسین سریش، جہاں آرا، اور ایک قاضی کو لے کر 'اے' روڈ میرین ڈرائیو پر اداکارہ نیلم کے گھر پہنچے، انور حسین نے لڑکی کے باپ کے فرائض انجام دیئے اور ساڑھے تین بجے نکاح پڑھا دیا گیا

نیلم کے گھر سے سریش اور جہاں آرا 'ہنی مون' منانے کے لئے اداکار نگار کے بنگلہ پر گئے،

صبح جب نواب صاحب نے گھر میں لڑکی نہ دیکھی تو کہرام مچا دیا، وہ فوراً انور حسین کے گھر گئے، انور حسین نے نواب صاحب کو بتایا کہ کل تک آپ لڑکی کے باپ تھے، آج سے میں ہوں، میری لڑکی ہے، میں نے اسے پیارے دوست سریش سے بیاہ دیا ہے جہاں آرا کے باپ کا دامن آنسوؤں سے تر تھا اور زبان گنگ تھی

دو ایک روز بعد وہ سریش کے گھر قلابہ گئے جہاں انہوں نے لڑکی کے ہاتھوں میں قرآن دے کر قسم لی، وہ کبھی اپنے باپ کا نام ظاہر نہ کرے گی اور وہ کبھی فلموں میں کام نہ کرے گی۔

اب والدین اپنی لڑکی کی پسند پر خوش ہیں میاں بیوی کی زندگی میں خوشیوں اور مسرت کا ایک نیا دور شروع ہو چکا ہے، اور لڑکی کے ماں باپ کی ناراضگی دور ہو گئی ہے، اور اس طرح ایک فلمی ہیرو کا ذاتی رومان ایک خوش انجام فلم کی طرح تکمیل پا گیا ہے۔ ایک بار پھر شمع اور شمع کے لاکھوں پروانوں کی طرف سے نوعروس جوڑے کو مبارک باد۔

محبت کی شادی

ہمیں بتایا گیا ہے کہ اداکار سریش کی طرح

بھارت بھوشن

ہدایت کار عبدالرشید کاردار نے بھی اپنی محبوبہ کو حاصل کرنے کے لئے بڑے جتن کئے واقعات یوں بیان کئے جاتے ہیں کاردار کلکتہ میں فلم "سلطانہ" کی ہدایت کاری میں مصروف تھا کہ ہدایت کار محبوب کی بیوی سردار اختر کی چھوٹی بہن بہار اختر کے دامِ محبت میں گرفتار ہوگیا لڑکی کے والدین تک اس خفیہ محبت کی خبریں پہنچیں تو انہوں نے بہار پر سختی شروع کی اور اس کی تعلیم بھی بند کرادی۔ اِدھر کاردار کے دل میں محبت کی چنگاری سلگتے سلگتے شعلہ بن گئی تھی۔ لیکن بہار سے ملنے کی صورت نظر نہ آتی تھی۔

بتایا گیا ہے کہ آنجہانی اداکار گل حمید اور کاردار بڑے پکے دوست تھے، گل حمید سے کاردار کا تڑپنا نہ دیکھا گیا، اور اس نے دو پریمیوں کو ملانے کا تہیہ کرلیا۔ ایک شام گل حمید نے ایک رقعہ بڑی چار سو بیسی سے بہار اختر تک پہنچوایا اور رات کو وہ قریب کی بلڈنگ سے کود کر بہار کے کمرے میں چلا گیا بہار تیار تھی فوراً وہ اُسی راستے نیچے آئے جہاں ایک موٹر تیار کھڑی تھی۔

گل حمید اُسے کلکتہ سے تیرہ میل دور "مٹیا برج" لے گیا، جہاں کاردار اس کا منتظر تھا۔ صبح بہار کے فرار سے گھر بھر میں کھلبلی مچ گئی، پولیس میں رپورٹ درج کرائی گئی پولیس سراغ لگاتے ہوئے مٹیا برج گئے۔ لیکن اس سے پیش تر گل حمید بہار کو دھرم تلہ اپنے ایک دوست کے ہاں لے گیا تھا۔

اِسی اثنار میں کاردار کے والد جنھیں لاہور میں ان واقعات کا پتہ چلا تھا کلکتہ پہنچ گئے کلکتہ میں ان کی بہت آؤ بھگت کی گئی۔ کیوں کہ وہ لاہور کے قاضی تھے، لوگوں نے بہار اختر کے والدین کو مشورہ دیا کہ اگر ان کی بیٹی قاضی کے لڑکے کو بیاہی جائے تو کوئی حرج نہیں آخر بڑے بحث ومباحثہ کے بعد وہ لوگ مان گئے

نیک مشورہ

شمع کو اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ شیاما نے اس کا مخلصانہ مشورہ قبول کیا اور اس سے پیشتر کہ اُسے اپنے لوگوں سے نقصان عظیم پہنچے وہ سنبھل گئی

شیاما نے فلمی دنیا میں جس قدر ترقی حاصل کی ہے اس کی فلمی دنیا میں مثال ملنی مشکل ہے لیکن افسوس وہ بلندی پر پہنچ کر سنبھل نہ سکی اور اپنے بہنوئی روی شنکر کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر لاکھوں لٹا ڈالے

شیاما کے پاس بتایا گیا ہے اب ایک بنگلا ایک موٹر اور دیگر ضروری اشیاء کے علاوہ کچھ نہیں، کہا جاتا ہے روی شنکر نے اس کی تمام پونجی راج گڑھ کی فلم بندی پر خرچ کردی جب کہ فلم کی چھ ریلیں ہی مکمل ہوسکی ہیں۔ بتایا جاتا ہے ۳ مارچ کے دن شیاما کا بینک بیلنس صرف ایک سو بیس رُوپے تھا۔

شمع کے مخلصانہ مشورہ پر عمل کرتے ہوئے شیاما نے روی شنکر کو ایک پائی بھی دینے سے انکار کردیا ہے اور اب اُس کی بجائے شیاما کے ساتھ شوٹنگ پر شیاما کا بھائی لطیف جایا کرتا ہے شیاما اور روی کے تعلقات اب بہت ہی بگڑ گئے ہیں

شیاما کے سر پر اب بھی بھوت سوار ہے کہ وہ کامیاب اداکارہ ہونے کے ساتھ ساتھ کامیاب فلم ساز بھی بن سکتی ہے، اور وہ اب اپنی ذاتی فلم "بیٹی" بنانے کے خواب دیکھ رہی ہے، شمع ایک اور نیک مشورہ دیتا ہے کہ فلم سازی کا خیال ترک کرکے شیاما کو اداکاری کی طرف توجہ دینی چاہیئے ورنہ جہاں پرانے اداکاروں کو دنیا بھول چکی ہے وہاں شیاما کے لئے بھی یہی کہا جائے گا

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

دردِ دل

بتایا گیا ہے ہدایت کار نتن بوس کی فلم دردِ دل کئی مہینے پہلے مکمل ہوچکی تھی مگر اب تک نمائش کے لئے پیش نہ کی جاسکی، قیاس کیا جاتا ہے اس کی سب سے بڑی وجہ نمی کا لمبا کردار ہے، جس کی موجودگی میں دوسرے اداکار دب گئے ہیں، ہیرو پریم ناتھ کے کہنے پر مینا کشی کے جو فلم میں اس کی بیوی ہے۔ دو گانے رکھے گئے ہیں اور بتایا جاتا ہے کہ نمی کا کردار بھی کچھ کم کردیا ہے۔ اور اب فلم جلد ہی نمائش کے لئے پیش کی جانے والی ہے

ایک انار سو بیمار

پلے بیک گانے والوں میں لتا منگیشکر نے جو شہرت حاصل کی ہے وہ شاید کسی کو نصیب ہوئی ہو اور عالم یہ ہے کہ نوّے فی صدی فلموں میں لتا ہی کے

گانے ہوتے ہیں، عام تماش بینوں سے لے کر ایک فلم پروڈیوسر تک سب ہی تلتا کے گرویدہ نظر آتے ہیں، ایک انار سو بیمار کے مصداق تلتا ہر ایک فلم میں گانے نہیں دے سکتی، ویسے بھی چھوٹے موٹے موسیقاروں کے فلموں میں گانے نہیں دیتی، وہ صرف ایک آدھ ریہرسل کرتی ہے اور ریکارڈنگ کے وقت ہی آتی ہے۔

بتایا گیا ہے تلتا نے عہد کیا ہوا ہے کہ وہ مدھو بالا کا پلے بیک نہیں دے گی، اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ مدھو بالا کو اپنی فلم کمپنی دہلی تھیٹرز کی فلم "صیاد" کے گانے کے لئے تلتا منگیشکر سے کہا گیا۔ فلم کی موسیقی ایک کم شہرت کے موسیقار کے سپرد تھی اس لئے تلتا نے گانے سے انکار کر دیا کہا جاتا ہے مدھو بالا نے ذاتی طور سے تلتا منگیشکر سے گانے کے لئے کہا تو اس نے اپنی بے پناہ مصروفیت کے باعث مجبوری ظاہر کی۔ بتایا گیا ہے کہ اس پر مدھو بالا کو غصہ آگیا اور اس نے تلتا سے کہا اسے بھولنا نہیں چاہیئے کہ وہ اسی کی فلم محل سے عوام میں مقبول ہوئی ہے۔ اس پر تلتا نے مدھو بالا کو بتایا کہ فلم کی کامیابی کا راز اس کے گانے ہیں مدھو بالا نہیں۔ مدھو بالا کی جو دو ایک فلمیں کامیاب ہوئی ہیں تو وہ صرف تلتا ہی کے گانوں کی بدولت۔

اس واقعہ کو کافی دن گزر گئے ہیں، جس فلم میں مدھو بالا نے کام کیا ہے تلتا نے گانے سے صاف انکار کر دیا ہے۔ پچھلے دنوں فلم "ارمان" کے لئے تلتا کو منانے کی کوشش کی گئی مگر کامیابی نصیب نہ ہوئی مستقبل قریب میں ممکن ہے تلتا راضی ہو جائے۔

بتایا گیا ہے کہ چند موسیقاروں نے عہد کیا ہے کہ وہ تلتا سے کبھی پلے بیک نہ دلوائیں گے اور نئے گانے والوں کی تلاش جاری رکھیں گے۔

مدھو بالا جو میری ایک نئی دریافت ہے جس کی آواز بالکل تلتا سے ملتی ہے، خود تلتا اس کی آواز سن کر دنگ رہ گئی۔ سندھیا مکرجی کی آواز بھی جلد ہی مقبول ہو جائے گی۔

بتایا گیا ہے دہلی کی ایک عیسائی لڑکی اندرا ملنی بھی بمبئی گئی ہے، اس طرح نئے نئے گانے والوں کو موقعہ دیا گیا تو تلتا کی ضرورت کسی حد تک کم ہو جائے گی

شادی کب ہوگی

جب سے بنگال نیشنل سٹوڈیوز کلکتہ کو تالا لگ گیا ہے۔ خزانچی فلم کا مشہور ہیرو نارنگ بمبئی آگیا ہے۔ نارنگ نے کلکتہ میں تین چار فلمیں پیش بھی کیں تھیں جن میں سے ایک بھی فلم کامیاب نہ ہو سکی۔ کلکتہ میں نارنگ کی ایک معمولی لڑکی سے بڑی گہری دوستی تھی۔ جسے "سب ستی" کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ کلکتہ سے پہلے لاہور میں بھی وہ لڑکی نارنگ کے پاس تھی۔ کلکتہ میں نارنگ کی فلموں میں اس نے کام بھی کیا تھا اور جب نارنگ سٹوڈیو بند ہو گیا تو وہ نیو تھیٹرز میں چلی گئی اور اس کا نام سمرتی بسواس ہو گیا۔

"پہلا آدمی" کے بعد وہ بمبئی آگیا۔ اور یہاں اس کی ملاقات پھر نارنگ سے ہو گئی۔ لیکن اب وہ سمرتی پہلی سی سمرتی نہیں تھی۔ اب وہ ماہم میں سمندر کے کنارے ایک خوشنما فلیٹ میں رہتی تھی اب اس کے پاس ایک چھوٹی سی کالے رنگ کی کار بھی تھی۔ اب وہ بیک وقت چار پانچ فلموں میں کام بھی کر رہی تھی۔ اس لئے بتایا گیا ہے کہ نارنگ صاحب بھی موقعہ اچھا دیکھ کر سمرتی بسواس کے ساتھ مل بیٹھے یہ ملاقاتیں رنگ لانے لگیں۔ سمرتی بسواس کی ماں ایک کٹر قسم کی عیسائی خاتون ہے وہ سمرتی بسواس کی حرکتوں سے تنگ آگئی۔ اور ایک دن ماں بیٹی میں

"میور پنکھ" کا ایک منظر جس کی فلم بندی آگرہ میں کی گئی۔

نوٹ: ایم، اے صدیقی

کچھ جھڑپ بھی ہوگئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سمرتی ماہم چھوڑ کر ساٹن میں رات کو نارنگ کے گھر چلی گئی۔

نارنگ کا جادو اب اچھی طرح سے اثر کر رہا تھا۔ ماں بے چاری اسی غم میں بیمار ہوگئی اور واپس کلکتہ چلی گئی۔ نارنگ کے لئے اب میدان صاف تھا سمرتی بسواس اپنی شوٹنگ کے پروگرام بھول بیٹھی۔ بتایا گیا ہے "تین بتی چار راستہ" کی شوٹنگ کے دوران میں سمرتی نے نارنگ سے شادی کا اعلان بھی کر دیا۔ نارنگ نے جھٹ موقعہ دیکھ کر ایک فلم بنانے کا اعلان کر دیا۔ اب سمرتی بسواس سے اگر کوئی پروڈیوسر کنٹراکٹ کرنا چاہتا۔ تو اُسے نارنگ سے بات کرنی پڑتی پتہ چلا ہے جو پروڈیوسر سمرتی سے بات کرنے آتا نارنگ ہیرو کے رول کی خواہش ظاہر کرتا۔ نامنظور ہونے پر اس پروڈیوسر کو سمرتی بسواس کی شوٹنگ کی تاریخیں بڑی مشکل سے ملتیں۔ مگر اتنا کچھ ہونے کے باوجود بھی نارنگ دوبارہ ہیرو نہ بن سکا۔

آخر دھیرے دھیرے سمرتی کا پیسہ بھی ختم ہونے لگا۔ ملاقاتوں کا جوش بھی ٹھنڈا پڑ گیا۔ شادی کی تاریخیں بھی گم ہوگئیں۔ سمرتی کی ماں بھی واپس آگئی۔ اور نارنگ کی فلم بھی ادھوری ہی رہ گئی —— سمرتی بسواس کو اب شادی سے پہلے سرمایہ اکٹھا کرنے کی دھن سوار ہوگئی۔ اور اُسے جتنا بھی ملا اسی پر دھڑا دھڑ کنٹراکٹ کرنے شروع کر دیئے نارنگ اب بھی سمرتی کے گھر آتا ہے سمرتی اب بھی نارنگ کے گھر جاتی ہے۔ مگر اب دونوں شادی کی بات نہیں کرتے نہ جانے کیوں ؟ —

شمع معمہ

اب ستر ہزار روپے کے انعامات پیش کرتے ہیں
کیا آپ نے اپنے حل بھیجدیئے؟

نینا میکر: ستارہ جو چمکتے ہی ڈوب گیا

پروانوں کو یہ پڑھ کر افسوس ہوگا کہ فلمی دنیا کی نوخیز کلی **نینا میکر** ۲۵ مارچ کو صبح ساڑھے دس بجے سینٹ جارج ہسپتال میں دل کے آپریشن کے دوران میں چل بسی۔

پنجابی خاندان کی چشم و چراغ **نینا** ۲۸ جون ۱۹۳۵ کو راولپنڈی کے نزدیک تالی گنج (ضلع کیمبل پور) میں پیدا ہوئی۔ ۱۹۴۵ میں بمبئی آئی اور یہیں تعلیم حاصل کی۔ **نینا** کی پہلی فلم "آن داتا" ہے اور وہ "جے کسان" "تین تصویریں" اور "دھرتی کے بھگوان" میں آ رہی تھی،

وہ عنقریب دل کے آپریشن کے لئے لندن جانے والی تھی لیکن چوں کہ دنیا کی صحتی آرگنائزیشن کے ڈاکٹر آج کل بمبئی میں ہیں اس لئے اس کے والدین نے موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا مگر افسوس آپریشن کامیاب نہ ہو سکا ادارہ شمع کو **نینا** کے والدین اور اُن کے خاندان سے پوری ہمدردی ہے۔

اپنے بالوں کی بنگالی وضع

کی زیبائش کو مکمّل کرنے کے لئے

سحر کن خوشبو آمیز گیلی فورنیئن پوپی بالوں کا تیل

رجسٹرڈ ٹریڈ مارک

استعمال کیجئے

★ مفت!

اس بالوں کی وضع پر انگریزی میں ہدایت نامہ نمبر ۵ کے لئے ایڈورٹزمنٹ ڈپارٹمنٹ پوسٹ بکس نمبر ۸۲۲ بمبئی ۱ کو لکھئے۔ بالوں کی دیگر وضع پر ہدایت ناموں کیلئے آئندہ اشتہار دیکھئے۔

ایک اور عمدہ
اِداسِمک
پراڈکٹ

CPH. 13-X30 UD

اِداسِمک کمپنی لمیٹیڈ لنڈن کے لئے ہندوستان میں بنایا گیا

شمع بک ڈپو دہلی

شوخی و تبسّم

کتاب نئے دور کے مجنوں کے افسانے سے شروع ہوتی ہے اور پیر جی کی کرامات پر ختم ہو جاتی ہے لیکن قہقہوں کا طوفان ختم نہیں ہوتا ایک ایک سطر میں طنز و مزاح کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ قیمت ایک رُوپیہ چار آنے

شوخ نظارے

اپنی قسم کی واحد مزاحیہ کتاب جسے ڈاکٹر مجنوں اور پریشانیوں سے فرار کے متلاشی مریضوں کو دوا کے طور پر دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں آپ بھی یہ دوا کے طور پر پڑھئے اور پھر دیکھئے آپ ہنسی کو روکیں گے مگر وہ رکے نہ رُکے گی۔ قیمت ایک رُوپیہ چار آنے

پھانسی کی کوٹھری سے

اُسے پھانسی دی گئی کیونکہ عدالت نے اُسے مجرم قرار دیا مگر انسانیت نے اُسے بے گناہ قرار دیا۔ آج ہی اپنی قسم کے نئے ناول پھانسی کی کوٹھری سے مطالعہ کریں

قیمت تین رُوپے چار آنے

شریف ۱۹۵۲

آنسو

ان درجنوں معصوم لڑکیوں میں سے ایک کی سنسنی خیز اور عبرت انگیز آپ بیتی ہے جسے جان خطرے میں ڈال کر بردہ فروشوں کے چنگل سے چھڑایا گیا۔ ایک عورت کی خوں چکاں داستاں قیمت دو روپے بارہ آنے

شمع معمّوں کے

صحیح حل گھر بیٹھے منگائیے

شمع معمّے کا صحیح حل سات تاریخ کو دن کے ایک بجے بنک سے برآمد ہوتا ہے ـــــ اور اسی دن تین بجے تک صرف دو گھنٹے بعد، دور دور کے رنگوں میں چھپی ہوئی اس کی ہزاروں نقلیں معمے حل کرنے والوں کو ڈاک سے روانہ کر دی جاتی ہیں اتنی جلدی صحیح حل روانہ کرنے کے لئے دفاتر شمع میں ہزار ہا روپے کی نئی مشینری لگائی گئی ہے اور وقت بچانے کا ہر ممکن طریقہ استعمال کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ صحیح حل برآمد ہونے کے دوسرے ہی دن ہے، ہندوستان اور پاکستان کے ہزار ہا پڑھنے والوں کو صحیح حل کی نقلیں گھر بیٹھے پہنچنی شروع ہو جاتی ہیں۔

آپ بھی اس نئی خدمت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اپنے حلوں کی فیس کے ساتھ چار آنے زائد بھیجئے ـــــ (یہ رقم اپنے منی آرڈر میں بڑھا دیجئے، یا پوسٹل آرڈر پر زیادہ سے زیادہ روپٹھوں کی صورت میں، اس مقصد کے لئے بنی ہوئی جگہ پر چپکا دیجئے) اپنا نام اور پورا پتہ لکھا ہوا لفافہ اپنے حلوں کے ساتھ بھیجئے۔ ہم حل برآمد ہوتے ہی ہر ممکن عجلت سے صحیح حل کی نقل آپ کو بھیج دیں گے۔ چار آنے فیس کے ساتھ نہ آنے یا حسب ہدایت پتہ لکھا ہوا لفافہ نہ آنے کی صورت میں ہم حل آپ کو بھیجنے کے لئے ذمہ دار نہ ہوں گے۔ اس سلسلہ میں مزید خط و کتابت نہ کی جائے گی بغیر حل بھیجے چار آنے کے ٹکٹ اور پتہ لکھا ہوا لفافہ بھیج کر بھی صحیح حل کی نقل منگائی جا سکتی ہے۔

گھر بیٹھے، ہر ممکن عجلت سے صحیح حل حاصل کیجئے

شمع معمّے

خدمت خلوص اور خوش انتظامی سے خطیر رقم تقسیم کرتے ہیں۔

بازگشت

اس عنوان کے تحت مدیرانِ شمع کے نام آئے ہوئے کچھ خطوط یا ان کے اقتباسات ہر ماہ پیش کئے جائیں گے۔ ضروری نہیں کہ "مدیرانِ شمع"، خط لکھنے والوں کے خیالات سے متفق بھی ہوں، خط بھیجتے وقت اپنا پورا پتہ لکھئے ورنہ خط شائع نہ ہو سکے گا۔

سیاہ مارکیٹ

محترمی:

شمع اور کھلونا کی کامیابی پر مبارک باد دوں تو کوئی نئی بات تو نہ ہوگی.... ممکن ہے میری اور دیگر ضرورتمند پروانوں میں یہ کوفت آپ کے اطمینان کا باعث ہو کہ آپ کا شمع بلیک مارکیٹ میں سوا روپیہ قیمت پانے لگا ہے۔ یہ اس کے مقبول ہونے کی دلیل ہے، لیکن یہی بات آپ کے تجارتی مفاد کے منافی بھی تو ہو سکتی ہے....

آغا محمد شریف خاں

لاہور

محترمی:

.... اب تو خیر لاہور مارشل لاء کے تحت ہے، لیکن اس سے پہلے ایک روز انارکلی میں شمع کے پاکستانی پروانوں نے جلوس بھی نکالا تھا کہ شمع کی بلیک مارکیٹ بند کی جائے.... مگر تاجران پر کوئی اثر نہ ہوا.... آپ کی اطلاع کے لئے تحریر ہے، براہِ مہربانی کوئی انتظام فرمایئے۔

سلیم رضوی

لاہور

محترمی:

.... یہ تو بتایئے کہ اگر آپ کو شدید پیاس لگ رہی ہو اور کوئی شخص پانی کا پیالہ آپ کے سامنے اس طرح رکھ دے کہ آپ کی دسترس سے باہر ہو، تو آپ کے جی پر کیا بیتے گی؟.... لاہور میں شمع آج بازار میں آیا ایک غریب سا شریف آدمی میرے ساتھ ہی "شمع" خریدنے آگے بڑھا، اخبار فروش نے بلیک مارکیٹ کے دام طلب کئے۔ وہ بہت چلایا کہ رسالے پر قیمت آٹھ آنے لکھی ہے تم زائد کیوں مانگتے ہو، لیکن ظالم اخبار فروش نہ مانا غریب پروانہ مایوس ہو کر موٹہ لٹکائے چل پڑا۔ مجھے اس نے بتایا کہ وہ معمولی دکان دار ہے۔ ہر مہینے پیسہ پیسہ روز جوڑ کر آٹھ آنے شمع کے لئے جمع کرتا ہے.... اس بار کئی دکانوں سے اُس نے مانگا پر سب جگہ بلیک مارکیٹ کے دام مانگے گئے.... شمع دہلی کی قدر و محبت کا تو ضرور ثبوت مل گیا لیکن اس بات سے دکھ ہوتا ہے کہ ہمارا یہ محبوب رسالہ "غریب" کی دسترس سے باہر ہو رہا ہے

(کپتان) ع۔ غ، بٹ رائل پاکستان آرمی

پاک ہیں پوسٹ آفس (کیو)

محترمی:

شکایت کے طور پر نہیں، ہمدردی کے طور پر لکھ رہا ہوں کہ شمع دہلی پاکستان میں ایک روپے سے کم قیمت پر ملنا مشکل ہو رہا ہے.... یہاں یہ عام رواج قائم کیا جا رہا ہے کہ شمع دہلی خریدنا ہو تو اس کے ساتھ اخبار والے سے کوئی دوسرا گھٹیا رسالہ بھی خریدنا پڑتا ہے۔ اس کا انتظام کیجئے۔

عبدالحکیم

وزیر آباد۔

گیتا اہلووالیہ تنازعہ

محترمی:

ملک کے تمام دوسرے رسائل و اخبارات نے گیتا بالی اور پروڈیوسر اہلووالیہ کے تنازعہ کے بارے میں ایک یا دونوں فریقین کے بیانات شائع کرنے پر ہی اکتفا کی ہے.... (لیکن) آپ نے اس معاملہ کا پس منظر (شمع اپریل ۱۹۵۲) شائع فرما کر ثابت کر دیا کہ کوئی دوسرا فلمی جریدہ شمع کی برابری نہیں کر سکتا....

گنگا پرشاد

بنارس

مظلوم اختر

محترمی:

آپ نے اختر حسین کے امریکہ جانے اور وہاں اس کی بے عزتی ہونے کی تفصیلات شائع فرمائی تھیں (شمع: فروری ۱۹۵۳).... اختر حسین اسے اپنے لئے ملت کی پبلسٹی سمجھتا ہے.... وہ ضرور کہتا ہے کہ میں مظلوم ہوں۔ پرائے دیس (امریکہ) میں میرے ساتھ امام حسین کا سا سلوک کیا گیا ہے....

ع۔ ق

بمبئی۔

اطلاع

محترمی:

آپ نے مرہٹہ شانتارام کی بیٹی سروج کی پارسی نوجوان سہراب انجینیر سے شادی (شمع: اپریل ۱۹۵۳) کو شانتارام کی وسیع خیالی سے تعبیر کیا ہے.... آپ کی اطلاع کے لئے تحریر کر رہا ہوں کہ بہت کم لوگ یہ جانتے ہیں سہراب دراصل مرہٹہ قوم سے تعلق رکھتا ہے۔ مرحوم مسٹر انجینیر نے اس کو بچپن سے گود لیا تھا اور مرتے وقت تمام ملکیت اس کے نام کر دی تھی.... سہراب اور سروج کی پہلی ملاقات، جو بعد میں محبت اور شادی کی شکل اختیار کر گئی، سہراب کے چچا زاد بھائی کی شانتارام کے عزیز اور کیمرہ مین پریاگ راجہ کے گھر میں شادی کے موقعہ پر ہوئی تھی....

دامودر پرشاد

بمبئی

حجامت

محترمی:

مدن مدھوک کا افسانہ "حجامت" (شمع: اپریل ۱۹۵۳) ہر لحاظ سے ایک کامیاب افسانہ ہے.... اور خصوصاً آخری فقرے کا تو جواب نہیں ہے....

نثار احمد

دہلی۔

محترمی:

.....مدن مدھوک کی "حجامت" عمدہ اور دل چسپ کہانی ہے، مگر اس کا باتونی حجام ہیروستیہ پال آنند کے "ماہر فن" (شمع: مارچ ۱۹۵۳) سے بہت ملتا ہے... کیا حجامت اس سے متاثر ہو کر لکھا گیا ہے؟

حبیب اللہ

ناگ پور

★ نہیں — دونوں افسانے شمع کے دفتر میں جنوری ۱۹۵۳ میں موجود تھے۔ دو فسانہ نگاروں نے ایک دوسرے کی تخلیق دیکھے بغیر اپنے اپنے کردار ترتیب دئے تھے

مدیران

غلطیاں

محترمی:

"جلن" کے گرد پوش پر آپ نے میری عمر ۲۵ برس لکھ دی ہے، حالانکہ جس وقت میں نے یہ ناول لکھا تھا اس وقت میری عمر ۲۰ برس تھی میرا روز پیدائش ۱۲ ستمبر ۱۹۲۹ ہے اور یہ ناول میں نے آپ کو اپریل ۱۹۵۰ میں تحریر کر کے دیدیا تھا اس حساب سے میری عمر اس وقت ۲۰ برس اور چند ماہ ہی تھی۔

"جلن" کو فوٹو آف سیٹ پر شائع کر کے آپ نے اس کی خوبصورتی کو لازوال بنا دیا ہے اور اردو ادب میں ایک نئی چیز کی داغ بیل ڈالی ہے میں آپ کو اتنی دیدہ زیب اور حسین تخلیق پر سلام کرتا ہوں۔

کرشن گوپال عابد

کان پور

محترمی:

کرشن گوپال صاحب عابد کا تصنیف کردہ جذباتی ناول "جلن" پڑھا۔ یہ ناول ہے یا جذبات کا ایک امنڈتا ہوا طوفان اور پھر ایک ایسا طوفان جس کی موجوں میں ہر پڑھنے والا اپنے آپ کو موجزن محسوس کرتا ہے.... قابل مصنف نے "کامنی" کا کریکٹر ایک ایسے اچھوتے اور چاند کی کرنوں کی طرح پاک و شفاف اور نیچرل پیرائے میں پیش کیا ہے کہ انسان اپنے آپ کو کامنی کا طرفدار محسوس کر کے اس کے احساسات، رجحانات اور جذبات کو ذرا سی بھی ٹھیس لگنا گوارہ نہیں کر سکتا — اور پھر سب سے بڑھ کر خوشی ہوئی قابل و جواں سال مصنف کی بیدار مغزی پر کہ کامنی کے نازک شیشہ دل کو ٹھیس لگا کر آخر میں راج، کو کیا ملا — ایک "جلن"! ایک تڑپتی ہوئی اور سسکتی ہوئی "جلن" ایک ایسی جلن" جو راج کو تا دم حیات جلاتی رہے گی....

ڈاکٹر روشن لال سلونی

کانپور۔

محترمی:

شمع معمہ نمبر ۳۳ کی فہرست انعام یافتگان (شمع: اپریل ۱۹۵۳) پوری پڑھنے میں میرے پورے چھ گھنٹے صرف ہوئے.... یہ محض آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے۔ میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ نام اتنے باریک نہ چھاپا کیجئے، مگر جانتا ہوں کہ اتنے باریک چھاپنے پر بھی آپ کو چار صفحات زاید شمع میں شامل کرنے پڑے جن پر یقیناً کئی ہزار روپے فاضل خرچ آیا ہوگا.... تعریف کرتا ہوں شمع کی طباعت کی، اتنے باریک ہونے پر بھی ایک ایک حرف صاف پڑھا جاتا ہے

شمیم احمد

لکھنو۔

شمع معمے

محترمی:

شمع معموں کے جو ٹوکن آپ کے پرچے میں شائع ہوتے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ ان کو استعمال کرنے کا حق صرف مردوں کو حاصل ہے جب عورتیں بھی شمع معمے حل کرنے اور ٹوکن استعمال کرنے کا وہی حق رکھتی ہیں تو پھر ٹوکن میں اس کی لفظی رعایت کا نہ ہونا ایک امر تعجب خیز ہے کیا میں امید کر سکتی ہوں کہ آپ آئندہ سے اس کا لحاظ کر دیں گے۔

ح۔ بیگم

آرہ۔

★ اصول — قانون کی رو سے مردانہ جملے خواتین کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں اور قانون کی نظر میں "مرد کا مطلب" ، اور اس میں شامل ہے عورت بھی"!!

مدیران

Rs. 70,000

ستّر ہزار روپے کے نقد انعامات

ہندوستان اور پاکستان کے عظیم ترین ایمان دار اُردو معمّے — شمع معمّے — انتہائی آسان بھی ہوتے ہیں تھوڑی سی کوشش سے ستر ہزار (۷۰,۰۰۰) روپے کے انعامات میں سے اپنا حصّہ حاصل کیجئے۔

★ فیس داخلہ فی حل ایک روپیہ تین حل، دو روپے آٹھ آنے۔

★ ڈاک سے حل وصول ہونے کی آخری تاریخ: ۹ جون ۱۹۵۳، بارہ بجے دوپہر تک۔

شمع معمّہ نمبر ۳۶

پہلا انعام:

سینتالیس ہزار (۴۷,۰۰۰) روپے نقد

دیگر انعامات:

تیئیس ہزار (۲۳,۰۰۰) روپے نقد

کہئے، آپ کون سا انعام پانے کی کوشش کر رہے ہیں؟

S.M.A.15

تفصیلات کے لئے: تازہ ماہ کا شمع (دہلی)، یا رُومان (کراچی) دیکھئے جو ہر اخبار فروش سے مل سکتا ہے۔

شمع معمّے (دہلی)

خدمت، خلوص اور خوش انتظامی سے ایک خطیر رقم ہر ماہ تقسیم کرتے ہیں۔

نئی

مسرّت

سی کنگ

نیوی کٹ میگنمز

بڑے پہ ہیں

عمدہ ہیں

ولز کمپنی کے ہیں

۵ آنے میں ۱۰ علاوہ مقامی ٹیکس جو حسابتاً عائد ہو

فراق گورکھپوری

پریم سنگیت

جلوۂ گل بلبل کو بہت ہے
شمع کو گریۂ شام
بادِ بہاری گل کو بہت ہے
مجھ کو تیرا نام

بجلی چمکے کالی گھٹا میں
جام میں آتشِ سرد
چمکے راکھ جوگی کی جٹا میں
دل میں تیرا درد

بل نہ چھٹے کالے بالوں سے
اور نے سے فریاد
پل بھر من نہ چھٹے کالوں سے
دل سے تیری یاد

شاخ پہ آتشِ گل کی لپک ہو
چرخ پہ انجم و ماہ
دنیا پر سورج کی چمک ہو
مجھ پر تیری نگاہ

کیا آج آپ نے میکلینس سے اپنے دانت صاف کئے تھے؟

"میں گذشتہ دس سال سے ہر کھانے کے بعد میکلینس استعمال کرتی رہی ہوں اور مجھے یقین ہے کہ آپ کے پیٹ کو لگاتار استعمال کرنے سے میرے دانت اتنے اچھے ہو گئے ہیں کہ میں ان پر فخر کر سکتی ہوں۔"

انکی دلکش مسکراہٹ کو دیکھ کر آپ سمجھ سکتے ہیں کہ انہوں نے دانت صاف کئے تھے۔ وہ جانتی ہیں کہ میکلینس پراکسائیڈ ٹوتھ پیسٹ نہ صرف منہ کے تمام مُضر تیزابی مادّوں کو ختم کر کے دانتوں کو خراب ہونے سے بچاتا ہے، بلکہ وہ بیک وقت مسوڑھوں کو مضبوط، سانس کو خوشگوار اور دانتوں کو سفید بناتا ہے۔
میکلینس پراکسائیڈ ٹوتھ پیسٹ روزانہ دن میں دو مرتبہ استعمال کر کے آپ بھی ایسی ہی دلفریب مسکراہٹ حاصل کر سکتے ہیں۔

اب دو سائزوں میں مل سکتا ہے۔ بڑے سائز میں اور بچت والے غیر معمولی بڑے سائز میں بھی۔

دانتوں کو **زیادہ سفید** بناتا ہے

تجارتی معلومات کیلئے:
جے۔ ایل۔ مورلیسن، سن اینڈ جونز (انڈیا) لمیٹیڈ
پی۔ او۔ بکس نمبر ۶۵۲۷، بمبئی ۲۶
پی۔ او۔ بکس نمبر ۳۹۷ کلکتہ
پی۔ او۔ بکس نمبر ۱۳۷۰ مدراس

MTY-22 U

عادل رشید

گُناہ

احمد علی جوان تھا، خوب صورت تھا، ذہین تھا، اور پڑھا لکھا بھی تھا۔ مگر تھا قسمت کا ہیٹا۔ بدنصیب، اس کا بچپن بھی انہیں بدنصیبوں میں گزرا تھا اور اب جوانی انہیں محرومیوں میں گذر رہی تھی۔ وہ قصبہ کے ایک معمولی قسم کے زمیندار کا بیٹا تھا۔ جب پیدا ہوا تو ماں مرگئی، اور جب دس برس کا ہوا تو باپ کا سایہ بھی سر سے جاتا رہا۔ رشتہ کے ایک ماموں تھے، جو انہیں غریب بچہ پر ترس آیا اور وہ اسے قصبہ سے اٹھا کر اپنے گھر لے آئے۔ ماموں جان صاحب ایک سیدھے سادے قسم کے مولوی تھے۔ جو شہر کے ایک مدرسہ میں استاد تھے۔ لڑکوں کو دینیات اور قرآن شریف کا درس دیتے تھے اور چالیس روپیہ ماہوار وہاں سے تنخواہ ملتی تھی۔ فاضل وقت وہ دو، تین جگہ درس قرآن کا

> اس کے وہ ماموں جو ہر مہینہ پچاس روپے کا منی آرڈر وصول کرلیتے تھے، کبھی اس بات کو سوچنے پر بھی تیار نہ ہوئے کہ ان کے بھانجے کی ضروریات زندگی میں کوئی ایسی بھی کمی رہ گئی ہے، جو عین فطرت کے منافی ہے، اور جو کہ بقول ان کے، ہو سکتا ہے کہ احمد علی کو کسی غلط راستے پر ڈال دے ....

ٹیوشن کرلیتے اور اس طرح انہیں دس یا بارہ روپیہ مہینہ اور مل جایا کرتے تھے۔ اور چونکہ وہ حافظ بھی تھے لہذا ہر سال رمضان شریف کے موقعہ پر وہ ختم سناتے اور شہر کی مسجد سے انہیں رمضان المبارک کی اٹھائیس تاریخ کو ایک دستار۔ ایک جوڑا کپڑا، شیروانی اور پچاس روپے اور بھی مل جایا کرتے تھے۔ اور یہی ان کی گذر اوقات تھی۔ ایک بیوی تھی دو بچے تھے اور یہ تیسرا بچہ احمد علی اور آگیا تھا، جو اُن کا بھانجہ تھا بیچارا۔ اور چونکہ بچپن سے ہی احمد علی نے ایسے ماحول میں تربیت پائی تھی۔ لہذا فطری طور پر وہ روزے نماز کا بچپن ہی سے پابند تھا۔ روزانہ وہ دین و ایمان، کفر اور شرک کی باتیں سنتا۔ گناہ اور ثواب کی ہر بات اسے بچپن ہی سے ذہن نشین کرادی گئی تھی۔ لڑکا چونکہ ذہین تھا لہذا قرآن شریف کی تعلیم مکمل کر چکنے کے بعد وہ اپنے شوق سے اردو اسکول میں داخل ہوگیا اور پھر وہاں سے مڈل پاس کر چکنے کے بعد وہ اپنے بل بوتے پر انگریزی اسکول میں داخل ہوگیا ـــــ اور جب وہ امتیازی خصوصیات کے ساتھ ہائی اسکول سے انٹرنس پاس کرکے نکلا تو اس کی عمر بائیس سال کی تھی۔ کالج کے لئے کوئی راستہ نہ تھا۔ مگر وہ کوشش کرکرا کے کالج میں داخل ہوگیا۔ اور اس نے اپنے ان تعلیمی اخراجات کے لئے کئی ایک ٹیوشن کرلئے۔ بڑے آدمیوں کے بچوں کو پڑھاتا۔ اور خود پڑھتا۔ اور اس طرح محض اپنے شوق اور ذہانت کے بل بوتے پر اس نے بی اے

کیمرے کے سامنے جانے سے پہلے میک اپ کی درستگی: ثریا اور رحمان زخمی کے سیٹ پر

کرلیا۔ اور پھر بی اے کر چکنے کے بعد جب کہ وہ اپنا کفیل آپ تھا۔ اس نے ماموں کے احسانات کا بدلہ چکانے کے لئے نوکری کی تلاش شروع کی اور اس کوشش میں کہ اسے کہیں بھی نوکری مل جائے۔ ایک سال گذر گیا۔ نوکری نہ ملی۔ اور پھر مجبور ہو کر اپنے ایک دوست کے لکھنے پر وہ قسمت آزمائی کے لئے بمبئی آگیا۔ چونکہ بمبئی بہت بڑا شہر ہے لہٰذا اسے بھی امید تھی کہ یہاں کسی نہ کسی جگہ اسے نوکری ضرور مل جائے گی۔ اور یہاں اسے بڑی دوڑ دھوپ کے بعد نوکری مل بھی گئی۔ وہ ایک پرائیویٹ فرم میں بحیثیت کلرک سوا سو روپیہ ماہوار پر کام کرنے لگا۔

احمد علی دادر میں رہتا تھا۔ مین روڈ کے خاتمہ پر جو ایک چوراہا آتا ہے۔ اسی چوراہے کی داہنی طرف والی سڑک کے بائیں طرف والی پہلی گلی کی سب سے آخر والی بلڈنگ کے تیسرے مالے پر اس کا کمرہ تھا۔ بڑا گھٹا گھٹا ایک گندا سا کمرہ جس کا کرایہ نو روپیہ مہینہ تھا۔ احمد علی نو روپیہ ماہوار اس کمرے کا کرایہ دیتا۔ دادر سے روزانہ فورٹ جانے کے لئے جہاں کہ وہ ایک پرائیویٹ فرم میں نوکر تھا اسے الکٹرک ٹرین کے پاس کے لئے ہر ماہ ساڑھے تین روپے خرچ کرنے پڑتے تھے۔ ساڑھے چار روپے مہینہ لانڈری کا خرچ تھا۔ اور ناشتہ اور کھانا ملا کر اس کے ہر مہینے میں کم از کم پینتالیس روپے خرچ ہو جاتے تھے۔ اور کم از کم سات یا آٹھ روپے مہینے اس کے اور خرچ ہو جاتے۔ کبھی حجام کا خرچ کبھی ایک آدھ بار وہ ساڑھے نو آنے میں سینما وغیرہ بھی دیکھ لیا کرتا تھا۔ اور پھر کبھی کبھار کسی دوست کے مجبور کرنے پر اسے اپنے دوست کو ہوٹل میں چائے وغیرہ بھی پلانی پڑتی تھی۔ سگریٹ یا بیڑی کا اس کا کوئی خرچ تھا ہی نہیں۔ اور ہر ماہ بڑی پابندی کے ساتھ وہ پچاس روپے ماہوار اپنے ماموں جان صاحب کو بھیج دیا کرتا تھا۔ ان ماموں جان صاحب کو جو اس کے محسن تھے۔ اور جن کے احسان کا بدلہ چکانا اب وہ اپنا فرض سمجھتا تھا۔ وہ اپنے سارے خرچ روک دیتا اگر کوئی الٹی سیدھی افتاد پڑ جاتی تو وہ ایک وقت کھانا نہ کھاتا۔ چائے نہ پیتا۔ ناشتہ نہ کرتا مگر اپنے ماموں کو وہ پچاس روپے ماہوار ضرور بھیجتا۔ بڑی پابندی کے ساتھ جیسے کہ یہ اس کا کوئی وظیفہ ہو جس کی پابندی میں وہ فرق نہ آنے دیتا۔

شروع شروع میں تو احمد علی کو کوئی خاص خیال نہ ہوا، مگر اب رفتہ رفتہ اس کی زندگی میں ایک ہنگامہ پیدا ہوتا جا رہا تھا۔ اس کی زندگی دھیرے دھیرے ایک انجان پنے کے ساتھ ہنگاموں کی نذر ہوتی جا رہی تھی۔ وہ روزانہ الکٹرک ٹرین پر اپنے دفتر کے لئے آتے جاتے، جب کسی لڑکی کو دیکھتا تو اس کا دل اس کے پہلو میں زور زور سے دھڑکنے لگتا۔ سڑکوں پر۔ فٹ پاتھ پر۔ ادھر ادھر ہر طرف اسے لڑکیاں دکھائی دیتیں اور وہ ان لڑکیوں کو اس طرح چلتا پھرتا۔ ہنستا بولتا دیکھ کر بوکھلا جاتا۔ اس کا سانس زور زور سے چلنے لگتا۔ اور اس کے دل میں ایک عجیب و غریب قسم کی خواہش مچلنے لگتی۔ ایسی خواہش جو چاہے احمد علی کے لئے عجیب ہو مگر دراصل وہ قطعاً عجیب یا انوکھی خواہش نہ تھی بلکہ وہ ایک ایسی خواہش تھی جو ہر ذی روح کی زندگی کا جزو ہے، جو دراصل زندگی ہے جو دراصل معراج ہے زندگی کی ——— اگر ٹرین پر کوئی لڑکی احمد علی کے پاس آکر بیٹھ جاتی تو وہ غریب بوکھلا جاتا اس کی پیشانی پر پسینہ آجاتا۔ اور اس کی آنکھوں سے وحشت سی ٹپکنے لگتی۔ وہ اپنی جگہ پر بیٹھا بیٹھا کسمایا کرتا۔ اور لڑکی کے جسم اور کپڑوں کی بھینی بھینی خوشبو زبردستی بلائے بے درماں کی طرح اس کے ناک میں گھسی چلی جاتی۔ اور وہ بے چین ہو ہو جاتا۔ اور اکثر تو ان حالتوں میں وہ اٹھ کر کھڑا ہو جاتا ——— فٹ پاتھ پر جب کہ صبح شام دفتر سے آتے جاتے وقت کافی بھیڑ ہوتی ہے۔ اگر وہ اتفاقیہ طور پر کسی لڑکی سے ٹکرا جاتا یا کوئی لڑکی اس سے ٹکرا جاتی تو وہ جیسے کہ خود سے سہم جاتا۔ اسکی حالت ناقابل بیان ہوتی اس وقت۔ اسے ایسا محسوس ہوتا کہ جیسے کسی نے اس کے

حلق میں مٹھی بھر ریت بھر دی ہو۔ یا کسی نے اس کی آنکھوں میں چنگاریاں سمو دی ہوں۔ اور وہ وحشت زدہ سا ہو کر بڑی دیر تک اپنے آپ کو، اپنے دل کو، اور اپنی اس حالت کو سنبھالنے کی کوشش میں لگا دکھائی دیتا۔ بمبئی میں لڑکیوں کی افراط ہے۔ عورتوں کا ہجوم ہے۔ اور لڑکیوں کی یہی افراط اور عورتوں کا یہی ہجوم غریب احمد علی کو پاگل کر دینے کے لئے کافی تھا۔

احمد علی کو بمبئی آئے ہوئے ڈھائی سال ہو چکے تھے اور اس دنیا میں آئے ہوئے اسے ستائیس، اٹھائیس سال ہو گئے تھے۔ مگر آج تک وہ عورت کی قربت سے محروم تھا۔ وہ دوستوں سے عورتوں کی محبت کے قصے سنتا۔ وہ قصے کہانیوں میں عورتوں کی محبت اور اس کی کامیابی کے واقعات پڑھتا۔ وہ سینما کے پردوں پر یہ دیکھتا کہ ایک عورت ایک مرد کے لئے نیم جاں اور جاں بلب ہے اور ایک مرد ایک عورت کے حصول میں سرگرداں ہے، دیوانہ ہو رہا ہے۔ وہ بمبئی کی سڑکوں پر یہ دیکھتا کہ ایک لڑکی ایک لڑکے کی کمر میں ہاتھ ڈالے چلی جا رہی ہے وہ دیکھتا کہ پارکوں میں مرد، عورت کے زانو پر سر رکھے لیٹا ہے۔ وہ دیکھتا کہ کاروں کے اندر عورت مرد ہم آغوش ہیں۔ مگر عورت کی یہ قربت، اس کی یہ ہم آغوشی اسے آج تک نصیب نہ ہوئی تھی۔ اور اب آج کل وہ عورت کی اس قربت، اس کی اس ہم آغوشی کے لئے نہ جانے کیوں بیچین تھا۔ خود سے نہیں بلکہ کسی غیبی اور غیر مرئی طاقت کی بنا پر اسکی یہ خواہش روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ اس کا دل عورت کی محبت کے لئے دھڑکنے لگتا۔ اور اس کے دماغ میں عورت ایک غبار بن کر چھا جاتی۔ اور پھر وہ باوجود انتہائی کوشش کے اس غبار کو اپنے دماغ سے دور نہ کر سکتا۔ وہ لاکھ کوشش کے باوجود عورت کے خیال کو اپنے دل و دماغ سے پرے نہ دھکیل پاتا۔ اور

کیمرے کے سامنے جانے سے پہلے میک اپ کی درستگی: نلنی جیونت شکست کے سیٹ پر

اس کے دل کی اس تڑپ اس کی اس بے چینی کا علاج بمبئی جیسے شہر میں ناممکن نہیں تھا۔ مگر اس نے بڑی ایمان داری کے ساتھ آج تک اس علاج کے متعلق کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ وہ اس قسم کی باتوں کو گناہ سمجھتا تھا اس کے ماموں نے بچپن ہی سے اس کی تربیت جس ڈھنگ سے کی تھی اس ڈھنگ میں اس کی یہ خواہش دیوانگی تھی، بیہودگی اور سفلہ پن تھی گناہ کبیرہ تھی، اور ایک ایسی مذموم حرکت تھی جو کبھی معاف نہ کی جا سکے یہ سب کچھ تھا مگر اس کے وہ ماموں جو ہر ماہ اس کا پچاس روپیہ کا منی آرڈر وصول کر لیتے تھے، کبھی اس بات کو سوچنے پر بھی تیار نہ ہوئے۔ کہ ان کے بھانجے کی ضروریات زندگی میں کوئی ایسی کمی رہ گئی ہے جو عین فطرت کے منافی ہے، اور جو کہ بقول خود ان کے ہو سکتا ہے کہ ان کے بھانجے کو کسی غلط راستے پر ڈال دے۔ وہ گناہ اور ثواب کے قائل تھے۔ خدا اور رسول کو مانتے تھے۔ مگر شائد وہ اس بات کے قائل نہیں تھے کہ عورت اور مرد کی زندگی ایک دوسرے کی قربت کے بغیر نامکمل ہے، ادھوری ہے، بے جان اور بیکیف ہے، اور شائد گناہ بھی ہے۔

کئی بار احمد علی کے دوستوں نے اسے مشورہ بھی دیا کہ وہ کسی عورت کے جوان اور گرم جسم سے اپنے دل کی دھڑکنوں کو ہم آہنگ کرے مگر وہ ہمیشہ ایسی باتوں سے شرما جاتا، کترانے لگتا، اور ہمیشہ اس بات کے موضوع کو بدل دینے کی کوشش میں وہ بوکھلا جاتا، پریشان ہو جاتا ہے چوروں کی طرح اِدھر اُدھر نگلیں جھانکنے لگتا جیسے کہ کسی نے اسے عین چوری کرتے وقت پکڑ لیا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگتیں ـــــ اور پیشانی عرق آلود ہو جاتی ـــــ یہ سب کچھ تھا کہ احمد علی ایسی باتوں سے زیادہ تن بچانے کی کوشش کرتا۔ مگر اندرونی طور پر اس کی یہ خواہش ضرور ہوتی کہ وہ بہت دیر تک، ایک طویل عرصے کے لئے اسی قسم کے افکار میں گھرا رہے تو بڑا اچھا ہو اور اس قسم کی باتوں سے قدرتی طور پر اسے بڑا سکون ملتا تھا۔ جیسے کہ کوئی کسی کے جلتے ہوئے زخم پر پھاہا

دیوآنند اور دلیپ کمار، خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

رکھ دے

اتوار کا دن تھا اور احمد علی اپنے کمرے میں خاموش لیٹا تھا دن کے دو بج چکے تھے اور وہ بار بار سونے کی کوشش کر رہا تھا کہ کسی نے اس کے دروازے پر دستک دی اور اس نے دروازے کی چٹخنی کھول دی۔ اور وہ یہ دیکھ کر بھونچکا رہ گیا کہ اس کے سامنے ایک گٹھے ہوئے جسم کی جوان گھاٹن عورت کھڑی ہے، جو غایت درجہ پرکشش تھی اور جس کے خدوخال کافی جاذب نظر تھے۔ احمد علی کے تمام جسم پر چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔ اور وہ گھبرا کر دروازہ بند کرنے ہی والا تھا کہ وہ عورت بولی "کام والی چاہیے بابوجی ——"

"نہیں ——" بھرائی ہوئی آواز احمد علی کے خشک گلے سے باہر نکلی۔

"کم پیسے دے دینا بابوجی ——"

"نہیں ——" احمد علی نے اپنا گلا صاف کیا۔

"مجھے کام والی نہیں چاہیئے۔" اس کی آواز لرز رہی تھی۔

"اچھا ——!" اس نے عجیب وغریب نظروں سے احمد علی کو دیکھا۔

"تھوڑا سا پانی پلا دو ——"

احمد علی کی نظریں عورت کے چہرے پر سے پھسل کر ذرا اور نیچے آگئیں، اور وہ ساری جان سے لرز گیا۔ عورت نے بڑی عجیب وغریب نظروں سے احمد علی کو بغور دیکھتے ہوئے، ایک ہلکے سے تبسم کے ساتھ اپنی میلی دھوتی کے آنچل سے اپنے جسم کو ڈھانپ لیا۔ اور چپ چاپ احمد علی پیچھے پانی لینے کے لئے مڑا۔ ابھی وہ جھکا ہوا گھڑے سے پانی انڈیل ہی رہا تھا کہ کسی نے اپنی دہکتی ہوئی داہنی ہتھیلی اس کے بائیں شانے پر رکھی، اور اس نے جیسے ڈر کر پیچھے دیکھا۔

عورت مسکرا رہی تھی اور کمرے کی چٹخنی اندر سے بند تھی۔

"تم بہت سیدھے ہو بابو ——"

اور جیسے کہ کسی نے ہولے سے احمد علی کے کان میں کہا

"سیدھے نہیں ڈرپوک —— بزدل۔"

احمد علی نے نہیں بلکہ ایک چھپی ہوئی طاقت نے ایک ایسی قوت نے جو اَن دیکھی ہو، آگے بڑھ کر اس عورت کو اپنے جوان بازوؤں میں سمیٹ لیا۔

فطرت کے تقاضے پورے ہو چکے تھے۔ اور برسہا برس کی پرانی پیاس بجھ چکی تھی —— شب و روز کی تھپیڑے کھاتی ہوئی کشتی کو خود بخود کنارے نے آگے بڑھ کر اپنے گلے سے لگا لیا تھا۔

اور جب کہ طوفان گذر چکا تھا۔ اور منزل نے خود آگے بڑھ کر رہرو کے قدم چوم لئے تھے تو احمد علی سوچ رہا تھا کہ آخر یہ ہوا تو کیسے ——؟ اور اب اس کا انجام کیا ہوگا۔

وہ اپنے اس عظیم الشان گناہ پر لرز رہا تھا۔ اور فطرت سوچ رہی تھی کہ کیا یہ واقعی گناہ ہے۔

اگر آپ کو
کتابیں پڑھنے کا شوق ہے
تو آج ہی ایک کارڈ لکھ کر
شمع بک ڈپو
پھاٹک حبش خاں۔ دہلی ۶
کی نئی فہرست کتب
مفت
طلب فرمایئے

ہر موسم میں آپ کی جلد کی

پوری حفاظت کے لئے!

چارمِس

اسنو

بیحد نفاست کے ساتھ خوشبو میں بسائی ہوئی نئی چارمس اسنو آپ کی جلد کی حفاظت کرتی ہے اور اسے خوبصورت اور مخمل کی طرح ملائم بناتی ہے۔ یہ عمدہ ترین اجزا کی آمیزش سے تیار کی جاتی ہے اور جلد کا پھٹنا، گالوں کا کھردرا پن خراش کیڑے کا کاٹنا اور رگڑ کو آرام پہنچاتی ہے۔ چارمس اسنو پاؤڈر لگانے کے لئے نہایت عمدہ بنیاد ہے اور اس میں چکناہٹ نام کو بھی نہیں۔

شیو بنانے کے بعد اس کا استعمال نہایت تسکین دہ ہے۔

یہ آپ کے حسن کی دائمی حفاظت کرتی ہے

کیا آپ نے "چارمس آل پرپس کریم" اور "ٹالکم پاؤڈر" استعمال کیا ہے؟

سفید
دُھلے ہیں
اُجلے
دُھلے ہیں
سنلائٹ
صابن
کی بدولت
پٹکے بغیر کپڑے سفید
اور اُجلے دُھلے ہیں!
SUNLIGHT
SOAP
Rs.10000 Reward!
SUNLIGHT SOAP
S. 203-50 UD

شوکت پردیسی

پیمانِ وفا

میں کہ سوزِ غمِ ایام سے گھبرا نہ سکا
نالہائے دلِ ناکام سے گھبرا نہ سکا
زندگی کی سحر و شام سے گھبرا نہ سکا
اپنے آغاز کے انجام سے گھبرا نہ سکا
اور تم فطرتِ سیماب ہوئی جاتی ہو
ہاں مری یاد میں بے تاب ہوئی جاتی ہو

تم تو کہتی تھیں کہ احساس بدل جائیگا
خود بخود عالمِ امکاں میں سنبھل جائیگا
دلِ رنجور ستاروں سے بہل جائیگا
رفتہ رفتہ غمِ ماحول نکل جائیگا
اب یہ کیوں کشتۂ اسباب ہوئی جاتی ہو
تم مری یاد میں بے تاب ہوئی جاتی ہو

کیا شبِ غم کوئی تدبیر نہیں کام آئی
دل کے بہلانے کو تصویر نہیں کام آئی
کسی امید کی تقدیر نہیں کام آئی
عشرتِ خواب کی تعبیر نہیں کام آئی
آہ کیوں حلقۂ گرداب ہوئی جاتی ہو
تم مری یاد میں بے تاب ہوئی جاتی ہو

ٹھہرو! ٹھہرو!! کہ میں حالات پہ قابو پالوں
آتے جاتے ہوئے لمحات پہ قابو پالوں
اپنے مجروح خیالات پہ قابو پالوں
دلِ بے تاب کی ہر بات پہ قابو پالوں
کس لئے تشنۂ مضراب ہوئی جاتی ہو
تم مری یاد میں بے تاب ہوئی جاتی ہو

میں نے کب تم سے کہا ہے کہ نہ آؤں گا کبھی
اپنے "پیمانِ وفا" کو نہ نبھاؤں گا کبھی
دل میں جو آگ لگی ہے نہ بجھاؤں گا کبھی
اپنی اجڑی ہوئی محفل نہ سجاؤں گا کبھی
کیوں ہلاکِ وہم و خواب ہوئی جاتی ہو
تم مری یاد میں بے تاب ہوئی جاتی ہو

لیجئے! سائنس کا وہ شعبہ جس کا تعلق دانتوں سے ہے۔ بتلاتا ہے کہ ٹھیک کھانا کھانے کے بعد دانتوں کو برش کے ذریعہ

کولگیٹ ڈینٹل کریم

سے صاف کرنا دانتوں کو گلنے سڑنے سے بہترین طور پر روکتا ہے!

یہ اُن تمام طریقوں سے بہتر ہے جو دانتوں کی سڑن کو روکتے ہیں
یہ ہے اس بارے میں رپورٹ دانتوں کے سلسلہ کی مستند تصنیفات میں!

امریکہ کی پانچ بڑی یونیورسٹیوں میں تحقیقات کرنے کے بعد ثابت ہو چکا ہے کہ کولگیٹ کو معمول بنا کر ٹھیک کھانا کھانے کے بعد دانتوں کو برش کے ذریعہ صاف کرنا دانتوں کو گلنے سڑنے سے بہترین طور پر روکتا ہے۔ یہ طریقہ منہ کی صفائی سے تعلق رکھنے والے کسی اور گھریلو طریقے سے، جو آج کل آسانی کے ساتھ دستیاب ہو سکتا ہے، کہیں بہتر ہے۔

جی ہاں! دو سال تک تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا کہ کولگیٹ کو معمول بنا لینے سے اتنے زیادہ لوگوں کے دانت مزید گلنے سڑنے سے رک گئے کہ منجنوں کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی ایسے نتیجوں کا ثبوت کوئی دوسرا ڈینٹل کریم پیش نہیں کر سکتا۔ ایسے بہترین نتائج جو کسی قسم کے منجن کے بارے میں اس سے پہلے کبھی پیش نہیں کئے گئے۔

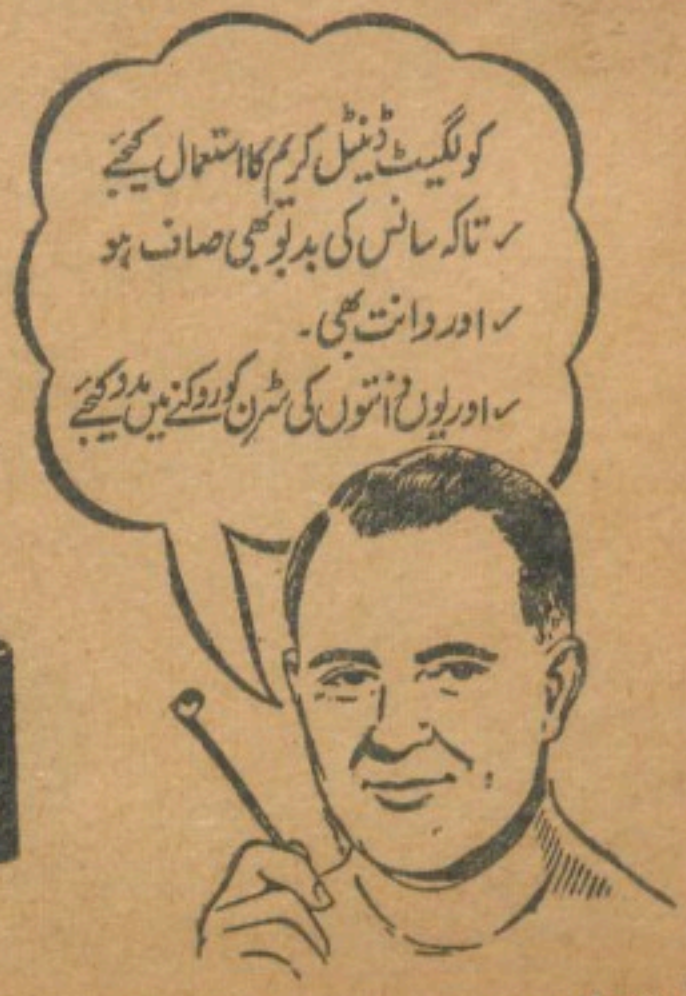

ناگ

اثر زید پوری

کافی ہاؤس کے چھوٹے سے باغیچے کے ایک گوشے میں پڑی ہوئی میز کے گرد اپنی کرسیوں کا حلقہ بنائے وہ پانچوں بیٹھے سگریٹ کے کش لے رہے تھے۔ اُن میں سے ہر ایک کی انگلیوں میں پھنسی ہوئی سلگتی سگریٹ فضا میں دھوئیں کی لکیر سی بنا رہی تھی۔ ہوا ساکن تھی اور دھوئیں کی یہ پانچ لکیریں کچھ دُور تک فضا میں سیدھی جا کر اس طرح بکھر گئی تھیں جیسے سطحِ زمین پر کھڑے ہوئے تار کے کھمبے، جیسے مفلس کے ہاتھ کی ریکھائیں، جیسے مغرور سرمایہ دار کے پُرغرور ماتھے کی شکنیں۔ میز پر کیپسٹن کا ٹن کھلا پڑا تھا۔ اس میں اب بھی دس بارہ سگریٹیں ایک دوسری کے سہارے آڑی ترچھی کھڑی تھیں۔ ایک وردی پوش بیرا میز پر جھکا کافی کی خالی پیالیاں سمیٹ رہا تھا۔ بیرے کے آجانے سے عرفان کی بات ادھوری رہ گئی تھی اور وہ بیزار نگاہوں سے بیرے کو گھور رہا تھا۔ اس کے ساتھیوں کی نظریں بھی بیرے کے ہاتھ کی گردش پر جمی تھیں ان میں سے ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ بیرا جلد سے جلد پیالیاں سمیٹ کر اپنا راستہ لے اور وہ آزادی سے باتیں کر سکیں۔ کاندھے پر پڑے ہوئے تولیے سے میز کی سطح صاف کر کے بیرے نے ٹرے اٹھائی اور چلا گیا۔ عرفان کی نگاہیں جاتے ہوئے بیرے کا کچھ دیر تک تعاقب کرتی رہیں، پھر اس نے کرسی پر پہلو بدلا دوستوں کی طرف دیکھا اور سگریٹ کا ایک لمبا کش لیتے ہوئے بولا "ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ اچانک شور و غل سے میری آنکھ کھل گئی۔ مجھے محسوس ہوا جیسے بنگلے کے سامنے کی سڑک پر کتنے ہی لوگ بے تحاشہ دوڑے کسی طرف کو جا رہے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کو کسی حادثے کے متعلق بتا رہے ہیں، کچھ خوف زدہ سے۔ کچھ پریشان سے! میں گھبرا کر مسہری پر اٹھ بیٹھا۔ میری نظریں سڑک کے رُخ کھلنے والی کھڑکی کی طرف اٹھ گئیں۔ کھڑکی کھلی تھیں۔ اور سُرمئی دھندلکے کو نگلتا ہوا اجالا صبح ہو جانے کا پتہ دے رہا تھا۔ میں نے ایک انگڑائی لی، چپل پیر میں ڈالے اور اٹھ کر کھڑکی کے سامنے پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا بہت سے لوگ جن میں قریبی بنگلوں کے بیرے اور خانساماں بھی ہیں آگے پیچھے سڑک کے مغربی سرے کی طرف بھاگے جا رہے ہیں ——— 'نہ جانے کیا بات ہے؟ کوئی قتل ہو گیا یا کسی بنگلے میں آگ لگ گئی؟' میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے سوچا، اور میری نظریں سڑک کے مغربی سرے پر دُور تک دوڑ گئیں۔ مجھے محسوس ہوا جیسے یہ سب جاتے ہوئے لوگ، نواب سکندر جاہ کی حویلی کے سامنے جمع ہو رہے ہیں ——— 'کیا واردات کا تعلق نواب کی حویلی سے ہے۔؟' میرے دل میں سوال اُبھرا اور تشنہ بجواب رہ گیا۔ نواب کی فلک بوس حویلی میرے بنگلے سے کوئی ایک فرلانگ دُور اسی سڑک کے مغربی سرے پر تھی۔ میری خواب گاہ کی اس کھڑکی سے حویلی کا کچھ حصہ نظر آ رہا تھا۔ میں نے سوچا 'بالکونی سے حویلی صاف نظر آتی ہے، چل کر وہیں سے دیکھا جائے!"

کھڑکی بند کرتے ہوئے میری نظر بالکونی پر پڑی ——— فرزانہ بالکونی میں کھڑی پریشان نظروں سے کبھی سڑک پر دوڑتے بھاگتے لوگوں کو دیکھ رہی تھی اور کبھی

نواب کی خادمہ نے پولیس کے سامنے بیان دیا ہے کہ رات کے کوئی تین بجے اچانک بیگم کی چیخیں سُن کر جب وہ اُن کے کمرے کی طرف دوڑی تو نواب صاحب بیگم کے بستر پر جھکے تھے اور مسہری کے پاس ہی فرش پر ایک خون آلودہ استرہ پڑا تھا۔

نواب کی حویلی کی طرف! ——— میں سمجھ گیا کہ اسی شور و غل سے اس کی بھی آنکھ کھل گئی ہے اور حادثہ کی نوعیت جاننے کے لئے وہ مجھ سے پہلے بالکونی میں پہنچ چکی ہے۔ میں نے کھڑکی بند کر دی اور شب خوابی کے لباس ہی میں خواب گاہ سے باہر نکل گیا۔ آہٹ پا کر فرزانہ نے چہرہ گھمایا۔ مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ رینگی، اور اس سے پہلے کہ میں کچھ پوچھوں وہ خود ہی بول اٹھی "شاید نواب کی حویلی میں کوئی غیر معمولی حادثہ ہو گیا ہے۔ سب اسی طرف جا رہے ہیں۔ حویلی کے سامنے بہت سے لوگ جمع ہو گئے ہیں۔ ابھی کچھ دیر پہلے پولیس سے بھری ہوئی ایک جیپ حویلی کے بڑے پھاٹک سے نکل کر اسی سڑک سے کوتوالی کی طرف گئی ہے۔" فرزانہ کی باتوں سے ظاہر تھا کہ اسے یقین تو ہے کہ کوئی واردات حویلی میں ہوئی ہے لیکن اس سے زیادہ ابھی وہ کچھ نہیں جانتی۔ خاموش ہو کر وہ پھر حویلی کی طرف دیکھنے لگی۔ میں نے بھی ریلنگ کا سہارا لے لیا اور اسی طرف دیکھنے لگا۔ چار پانچ تماشائی حویلی سے ادھر واپس آ رہے تھے، اور جب وہ میرے بنگلے کے سامنے سے گذرنے لگے تو میرے کانوں میں ان کی ملی جلی آوازیں آئیں: "بھئی انتہا ہے، جب ایسے اونچے گھروں میں ایسی نیچ بات ہو جائے تو . . . . بس کچھ کہا نہیں جاتا۔" لیکن اس کی ڈھٹائی تو دیکھو! انکار ہی کئے جا رہا ہے ———" "انکار نہیں کرے گا تو کیا اپنے جرم کا اقرار کرے گا۔ یہ بھی خوب کہی۔" "دیکھ لینا یہ صاف بچ نکلے گا ——— پیسے میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔" "لیکن مجھے تو وہ عورت ہی مجرم . . . ." "بس رہنے بھی دو! تمہاری منطق ہی نرالی ہے ——— ہمیشہ الٹا ہی سوچتے ہو ———"

فرزانہ نے میری طرف دیکھ کر آہستہ سے کہا "اگر ان سے پوچھا جائے تو . . . ." وہ انکشاف کے لئے بہت بے چین ہو رہی تھی۔ میں خاموش رہا۔ یوں سڑک چلتے لوگوں سے پکار کر پوچھنا میرے لئے مناسب نہ تھا۔ مجھے خاموش دیکھ کر فرزانہ نے پھر کچھ نہیں کہا اور وہ لوگ بنگلے کے سامنے سے گذر گئے کچھ سوچ کر میں نے اپنے خانساماں محمد کو آواز دی۔ پھر کلّو کو پکارا۔ لیکن دونوں میں سے ایک بھی میری آواز پر نہیں بولا۔ میں نے پھر محمد کو پکارا، لیکن جواب میں وہی خاموشی رہی۔ "معلوم ہوتا ہے یہ کم بخت بھی اسی طرف گئے ہیں۔" میں بیزاری سے بڑبڑایا، اور اسی وقت خانساماں کی کوٹھری سے اس کی چھوٹی بچی سامنے آئی اور ماں کے رٹائے ہوئے جملے دہرانے لگی "بابا حویلی تلپ گئے ہیں ———"

"اور کلّو؟!" میں نے سامنے لان پر کھڑی ہوئی بچی سے پوچھا لیکن وہ کوئی جواب نہ دے سکی اور اپنی کوٹھری میں بھاگ گئی۔ میں نے پھر سڑک کی طرف دیکھا۔ محمد اور کلّو دونوں ساتھ ساتھ چلے آ رہے تھے۔ بنگلے کے پھاٹک میں داخل ہو کر لان پر پہنچتے ہی محمد تیزی سے اپنی کوٹھری کی طرف بڑھا۔ شاید وہ سب سے پہلے کوٹھری میں پڑی ہوئی اپنی بیمار بیوی کو حویلی کے حادثے کا سنسنی خیز انکشاف سنانا چاہتا تھا۔ کلّو بھی اس کے پیچھے پیچھے کوٹھری کی طرف بڑھا لیکن میری آواز نے دونوں کے اٹھتے ہوئے قدم روک لئے۔ مجھے اور فرزانہ کو بالکونی میں دیکھ کر دونوں نے ہمیں سلام کیا اور پھر میرے اشارے پر محمد اپنی کوٹھری میں چلا گیا اور کلّو اوپر ہمارے پاس بالکونی میں آ گیا۔ "یہ کیا معاملہ ہے" میں نے کلّو کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا ——— "کیا حویلی میں کوئی کیس ہو گیا ہے؟" "جی!" کلّو نے گھبرائی نظروں سے فرزانہ کی طرف دیکھا اور ہکلاتے ہوئے بولا "لوگ کہتے ہیں نواب صاحب نے اپنی بیگم کی ناک کاٹ لی ہے ———"

"ہش، پاگل!" میں بے اختیار ہنس پڑا ——— فرزانہ بھی ہنسنے لگی ——— "بھلا ایسا بھی ہو سکتا ہے۔" میں نے جیسے اپنے آپ سے کہا۔ "لیکن سرکار! لوگ تو یہی کہہ رہے تھے۔" کلّو نے اپنے بیان کی صداقت ثابت کرنی چاہی۔ "تجھے احمق سمجھ کر کسی نے بے وقوف بنایا ہے ——— اصل معاملہ کچھ اور ہے۔" میرے اس جواب پر کلّو کا مونہہ لٹک گیا۔ اپنی نسبت گالی سن کر اُسے اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنی تکلیف اسے دوسرے کی زبان سے اپنے کو بے وقوف اور احمق سُن کر ہوئی۔ وہ اسی طرح مونہہ تھتھائے ہوئے گلوگیر آواز میں بولا "سرکار! ایک مجھ ہی پر کیا، دوسرے پوچھنے والوں سے بھی لوگ یہی بتا رہے تھے ——— خانساماں کو بلا کر پوچھ لیجئے!" "تیرا سر!" اس مرتبہ میرے بجائے فرزانہ نے اسے سہما دیا۔ اور وہ بالکل خاموش ہو گیا۔ "تم جا سکتے ہو!" میں نے کلّو پر ایک اچٹتی نظر ڈالتے ہوئے کہا اور اپنے کمرہ کی طرف بڑھ گیا۔ فرزانہ بھی میرے ساتھ ہو گئی۔ چند قدم چل کر میں نے ذرا سا چہرہ موڑ کر کنکھیوں سے کلّو کی طرف دیکھا وہ نیچے جانے کے لئے دوسرے کمرے کے دروازے میں داخل ہو رہا تھا۔ دروازے میں داخل ہوتے ہوئے اُس نے اپنے سر کو اس انداز میں جھٹکا جیسے کہہ رہا ہو 'ہونہہ! اتنی موٹی سی بات بھی ان کی سمجھ میں نہیں آتی اور بے وقوف مجھے سمجھتے ہیں'۔ کمرے میں پہنچ کر میں مسہری پر بیٹھ گیا۔ فرزانہ بھی میرے پاس ہی مسہری پر بیٹھ گئی۔ میں نے فرزانہ کی طرف دیکھا ——— وہ مسکرا دی "یہ کلّو بھی کتنا احمق ہے ——— اور لوگوں کو اسے بے وقوف بنانے میں مزہ آتا ہے۔" جواب میں میں صرف مسکرا کر رہ گیا، اس لئے کہ میرا ذہن کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ 'شاید کلّو ٹھیک ہی کہتا ہو؟ اگر کلّو کی رپورٹ ٹھیک ہے تو . . . . تو . . . . کیا نواب جیسے معزز اور شریف انسان سے ایسی مذموم حرکت، یہ بربریت ہو سکتی ہے؟' اور اس سوال پر میرے دل کی ہر دھڑکن نفی میں جواب دینے لگی۔ نہیں ——— ہرگز نہیں ——— کبھی نہیں! "پھر؟!" اور اس پھر کا نہ میرے دل کے پاس جواب تھا اور نہ میرے ذہن کے پاس جواب تھا۔ میرا ذہن اس پھر کی بھول بھلیوں میں بھٹک رہا تھا ——— اِدھر اُدھر ——— نہ جانے کدھر کدھر! مجھے خاموش دیکھ کر فرزانہ آہستہ سے اٹھی اور دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں بھی مسہری سے اٹھا اور غسل خانے چلا گیا۔ نہاتے ہوئے بھی ذہن اسی پھر کے الجھاؤ میں اُلجھا رہا۔ 'اگر کلّو کی کہی ہوئی بات ٹھیک ہے تو؟ تو؟؟، اور اس 'تو' کے جواب میں اچانک نواب کا جوان خدمت گار رشید اپنے گٹھے ہوئے خوبصورت جسم کے ساتھ میرے سامنے آ گیا 'بس یہی بات ہے'، میرے

ذہن نے جیسے فیصلہ کرلیا، اور جب ذہن کو ایک راہ مل گئی تو اس کا آگے بڑھنا یقینی تھا ——— ضرور نواب کی آنکھوں نے اپنی بیگم نازنین کو شید اکے ساتھ . . . . اور کوئی بھی غیرت مند انسان اسے گوارہ نہیں کرسکتا ——— "لیکن قصور کس کا ہے ؟" میرے دل نے پھر ذہن کو ٹوک دیا۔ "نازنین سے شادی کرتے ہوئے نواب کو یہ بھی سوچ لینا چاہئے تھا کہ وہ عمر کی چالیس سیڑھیوں سے بھی اوپر پہنچ چکے ہیں اور نازنین ابھی عمر کی بیس سیڑھیوں سے بھی نیچے ہے ۔ یہ فرق، یہ فاصلہ اتنا نہیں جسے یوں نظر انداز کیا جائے۔ دو بیویوں کو موت کی آغوش میں سُلا کر تیسری بیوی لانے کی ہوس میں نواب کو یہ نہ بھولنا چاہئے تھا کہ شعلوں سے کھیلنا اب ان کے بس کا کام نہیں، وہ تو کوئی ایسی عورت لائیں جس کے جذبات کی تہہ میں جھلملاتی ہوئی کچھ چنگاریاں اُن کے بوڑھے خون میں کچھ حرارت پیدا کردیں ——— اُن کے جذبات کو آخری سنبھالا دے سکیں ——— لیکن ہوس نے انہیں اندھا بنا دیا، اور اب نتیجہ . . . . ابھی شادی ہوئے چار ہفتے بھی پورے نہیں ہوئے کہ . . . ." لیکن مجھے اس سے بحث نہیں کہ غلطی کس کی ہے۔ مجرم کون ہے؟ میں تو واردات کے اسباب کے متعلق سوچ رہا ہوں ۔" اور میرا ذہن پھر سوچنے لگا ——— "ہاں تو ہے کوئی ایسی ہی بات ! ورنہ نواب جیسا معزز انسان یہ ذلیل جرم نہیں کرسکتا تھا ——— "لیکن" ——— میرے ذہن نے پھر پلٹا کھایا ——— "ایک شریف غیرت مند، لیکن معزز انسان اپنی بیوی کو دوسرے کی آغوش میں دیکھ کر اسے گولی مار دے گا، لیکن اس کی ناک نہیں کاٹ سکتا ——— یہ تو نیچ طبقے کے لوگوں کا کام ہے، اور نواب . . . ." ——— میرا ذہن پھر الجھاؤ میں پھنس گیا۔ میں نے جھنجھلا کر اپنا سر جھٹک دیا ——— "ہوگا بھی کچھ ——— آپ ہی معلوم ہوجائے گا ———" غسل خانے سے بحق کو ڈریسنگ روم میں آئینے کے سامنے کھڑا میں تولیے سے اپنے سر کے بال خشک کر رہا تھا کہ مجھے آئینے میں فرزانہ کا عکس دکھائی دیا۔ وہ کمرے کے دروازے میں کھڑی میری طرف دیکھ رہی تھی ——— میں نے گھوم کر دروازے کی طرف دیکھا، اور وہ دروازے سے نکل کر اندر آگئی ——— "کلو ٹھیک ہی کہتا تھا ———" وہ میرے قریب پہنچ کر بھرائی ہوئی آواز میں بولی ——— "نواب نے سچ مچ . . . . ." اس کی آواز گھٹ کر رہ گئی۔ وہ جملہ بھی پورا نہ کرسکی۔ میں نے اُس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اُس کے چہرے کا رنگ نارنجی سا ہو رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں سے خوف اور حقارت کے ملے جُلے تاثرات جھانک رہے تھے۔ یہ حقارت یقیناً نواب کے لئے تھی۔ "تمہیں کیسے تصدیق ہوئی ؟" میں نے پوچھا ——— وہ سمجھاتے ہوئے کہنے لگی "یہاں کے سب ہی لوگ یہی کہہ رہے ہیں ———"

"ہوں !" میں نے ایک گہری سانس لی جیسے معاملہ کی تہہ تک پہنچنے کے لئے غوطہ لگا رہا ہوں۔ فرزانہ کی آنکھوں میں نظر آنے والے خوف و حقارت کے اندھیرے میں اچانک غصّے کی بجلیاں کوند گئیں۔ شاید اُسے توقع تھی کہ خبر کی تصدیق ہوتے ہی میں نواب کو دو چار سو گالیاں دے ڈالوں گا۔ اُس کے کردار کو ملامت کروں گا، لیکن میرا ذہن تو معاملے کی تہہ میں غوطہ لگا رہا تھا۔ نواب کی شخصیت عام سطح سے بہت بلند تھی اور میرا دل یہ ماننے کے لئے تیار نہ تھا کہ کسی بہت ہی بڑی خطا کے بغیر نواب نے اتنی کڑی سزا دی ہے ———، میں سوچ رہا تھا ——— میں خاموش تھا۔ اور وہ بھنّا گئی۔ وہ اُبل پڑی ——— "یہ نواب ! یہ انسان کے روپ میں خوں خوار بھیڑیا، یہ اعزاز و شرافت کے خول میں چھپا ہوا درندہ ! اس سے تو درندے بھی اچھے، وہ انسان کو پھاڑ کھاتے ہیں۔ اس کی زندگی کا خاتمہ کردیتے ہیں، لیکن اس طرح زندگی تباہ نہیں کرتے۔ یوں ہمیشہ کے لئے مصائب کے بھیانک غار میں نہیں دھکیلتے !" میں نے پھر ایک گہری سانس لی ——— "مجرم قابلِ ملامت ضرور ہوتا ہے لیکن جرم کرنے کا سبب کیا تھا۔ کس چیز نے اُسے مجرم بننے پر مجبور کیا ؟ یہ سوال بھی نظر انداز نہ کرنے چاہئیں۔" وہ کچھ اور

کامنی کوشل

تیز ہوگئی۔ جیسے جلتی پر تیل پڑ گیا ہو۔ "ذرا صاف الفاظ میں کہئے۔!" میں نے سمجھایا "یہی کہ نواب کو مجرم ٹھیراتے ہوئے نازنین کے کردار کے متعلق بھی سوچنا چاہئے !" "ہوں۔" وہ میرا اشارہ سمجھ گئی ——— "مجھے نازنین کے کردار کے متعلق سوچنے کی ضرورت نہیں، اس کے متعلق آپ سوچیں !" وہ بگڑ کر بولی "ہر مرد کا شعار ہے کہ وہ اپنی جنس کی بے جا طرف داری کرتا ہے ——— نواب کا جرم ثابت ہے لیکن آپ کو نازنین مجرم نظر آرہی ہے ——— اچھا انصاف ہے۔" اور وہ بگڑ کر رد کھ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔

چائے کی میز پر بھی وہ ملول اور دل گرفتہ نظر آرہی تھی۔ اسے خاموش دیکھ کر میں نے بھی خاموش ہی رہنا مناسب سمجھا، اور اس طرح چائے پیتے ہوئے ہم دونوں نواب اور نازنین سے ہٹ کر ایک دوسرے کی نسبت سوچتے رہے۔ چائے سے فارغ ہوکر میں باہر جانے کے لئے سوچ رہا تھا کہ ممتاز آگیا۔ ممتاز کا بنگلہ اور نواب کی حویلی بالکل آمنے سامنے تھی، اور یقیناً ممتاز سے صحیح حالات معلوم ہوسکتے تھے۔ میں نے اٹھ کر ممتاز کو خوش آمدید کہی اور

وہ مسکراتا ہوا آکر میرے برابر ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔ "ابھی آج کا واقعہ اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ ہے۔" وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولا "ہمیں یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ نواب جیسا سنجیدہ اور شہر کا معزز ترین انسان اتنا بھی گر سکتا ہے۔" میں نے پوچھا "تو کیا تمہیں یقین ہے کہ نواب ہی نے نازنین کی ناک کاٹی ہے؟" اس نے فوراً جواب دیا "یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ میں نے خود نازنین کا خون میں ڈوبا ہوا چہرہ دیکھا ہے۔ اُف نہ پوچھو! میں تو دیکھ کر کانپ گیا۔ کتنی حسین لڑکی تھی، اور اب . . . ظالم نے اس کی ساری زندگی برباد کر دی۔ وہ کسی کو مونہہ دکھانے کے قابل نہیں رہی۔ جہاں سے ہڈی کا حصہ شروع ہوتا ہے۔" ممتاز نے اپنے بائیں ہاتھ کی پہلی انگلی اور انگوٹھے سے اپنی ناک کے اوپر کا حصہ بانسے کے قریب چھوتے ہوئے بتایا "بس یہیں سے ناک کاٹی گئی ہے۔ نواب کی خادمہ نورن نے پولیس کے سامنے بیان دیا ہے کہ رات کے کوئی تین بجے اچانک بیگم کی چیخیں سن کر جب وہ ان کے کمرے کی طرف دوڑی تو نواب صاحب بیگم کے بستر پر جھکے تھے اور مسہری کے پاس ہی فرش پر ایک خون آلود استرہ پڑا تھا۔ تلاشی لینے میں پولیس کو نازنین کے کمرہ سے خون آلود استرہ ملا ہے، اور نواب کے کمرے سے اُن کی شب خوابی کا وہ لباس بھی برآمد ہوا ہے جسے وہ رات میں پہنے تھے۔ اس لباس پر خون کے کچھ دھبے اور خون کی لکیریں سی ہیں۔ نواب نے اقرار بھی کیا

پر پڑی۔ خوف اور دہشت سے وہ قریب قریب چیخ پڑے اور جب انہیں اپنے آپ پر قابو حاصل ہوا تو انہوں نے بڑھ کر بیگم کو سنبھالنا چاہا ——— اور اس طرح شاید ان کے کپڑوں میں بیگم کی زخمی کلائیوں اور چہرے کا خون لگ گیا۔ جب وہ بیگم کو سہارا دے کر آرام سے لٹا رہے تھے اُسی وقت نورن گھبرائی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور انہیں بیگم پر جھکا دیکھ کر کمرے کے دروازے ہی میں ٹھٹک کر رہ گئی۔ انہوں نے اسے اندر بلا لیا اور پھر اسے یہ ہدایت دے کر کہ وہ بیگم کے پاس ہی موجود رہے۔ اُس کمرے سے نکل کر اپنے کمرے میں گئے اور وہاں سے اپنا ریوالور لے کر نیچے ڈرائنگ روم میں پہنچے جہاں سے انہوں نے کوتوالی میں فون سے اس واقعہ کی اطلاع دی پھر انہوں نے حویلی کا صدر دروازہ دیکھا جو اندر سے اسی طرح بند تھا جس طرح شام کو بند کیا گیا تھا۔ ادھر سے مطمئن ہو کر وہ حویلی کے دوسرے حصوں کی طرف گئے۔ انہوں نے ایک ایک گوشہ، چپہ چپہ دیکھ ڈالا لیکن حویلی کے کسی بھی حصے میں کوئی مشکوک چیز نظر نہ آئی جسے دیکھ کر گمان کیا جا سکتا کہ مجرم ادھر سے حویلی میں داخل ہوا ہے، یا اس راستے سے فرار ہوا ہے۔ مایوس ہو کر وہ پھر بیگم کے کمرے کی طرف لوٹ رہے تھے کہ انہیں پولیس کی آمد کی اطلاع ملی اور وہ ادھر چلے آئے۔" اتنا کہہ کر ممتاز خاموش ہو گیا۔ میں نے پوچھا ——— "نازنین نے کیا بیان دیا ہے؟"

نہ کر سکی۔ جلد ہی ایک آہنی گرفت نے مجھے بالکل بے بس کر دیا اور جب ایک سایہ دوبارہ میرے چہرے پر جھکا تو میں نے اُسے پہچان لیا۔ وہ میرا شوہر سکندر جاہ تھا۔ انسپکٹر کے اس سوال پر کہ اندھیرے میں اس نے نواب کو کیسے پہچانا؟، نازنین نے جواب دیا "کیا آپ کے خیال میں صرف اندھیرا ہونے کی وجہ سے ایک بیوی اپنے شوہر کو نہیں پہچان سکتی؟" اور انسپکٹر کو خاموش ہو جانا پڑا۔ نازنین نے اپنی دلیل کے ثبوت میں کہا "اپنا کام ختم کر لینے کے بعد نواب مجھے تڑپتا اور کراہتا چھوڑ کر جب مجھ سے الگ ہو رہا تھا۔ اسی وقت کمرے کے باہر کسی کے پیروں کی چاپ محسوس ہوئی۔ جیسے کوئی بھاگا ہوا اسی کمرے کی طرف آ رہا تھا۔ اپنے مجرم قرار پانے کے خوف سے نواب نے ہاتھ میں لیا ہوا اوزار جلدی سے فرش پر پھینک دیا اور مسہری سے کود کر بجلی روشن کر دی۔ اب نواب پوری طرح میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ نورن کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر وہ پھر مجھ پر جھک گیا، اور اپنے انداز اور باتوں سے ایسا ظاہر کرنے لگا جیسے وہ مجرم نہیں میری چیخ سن کر میری مدد کو آیا ہے، پھر اس نے نورن کو میرے پاس ٹھیرنے کی تاکید کی اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

"ہوں ——— نازنین نے اپنے بیان سے تو نواب ہی کو مجرم ٹھیرایا ہے، اور نورن کا بیان بھی نواب کے خلاف ہے۔" میں نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔